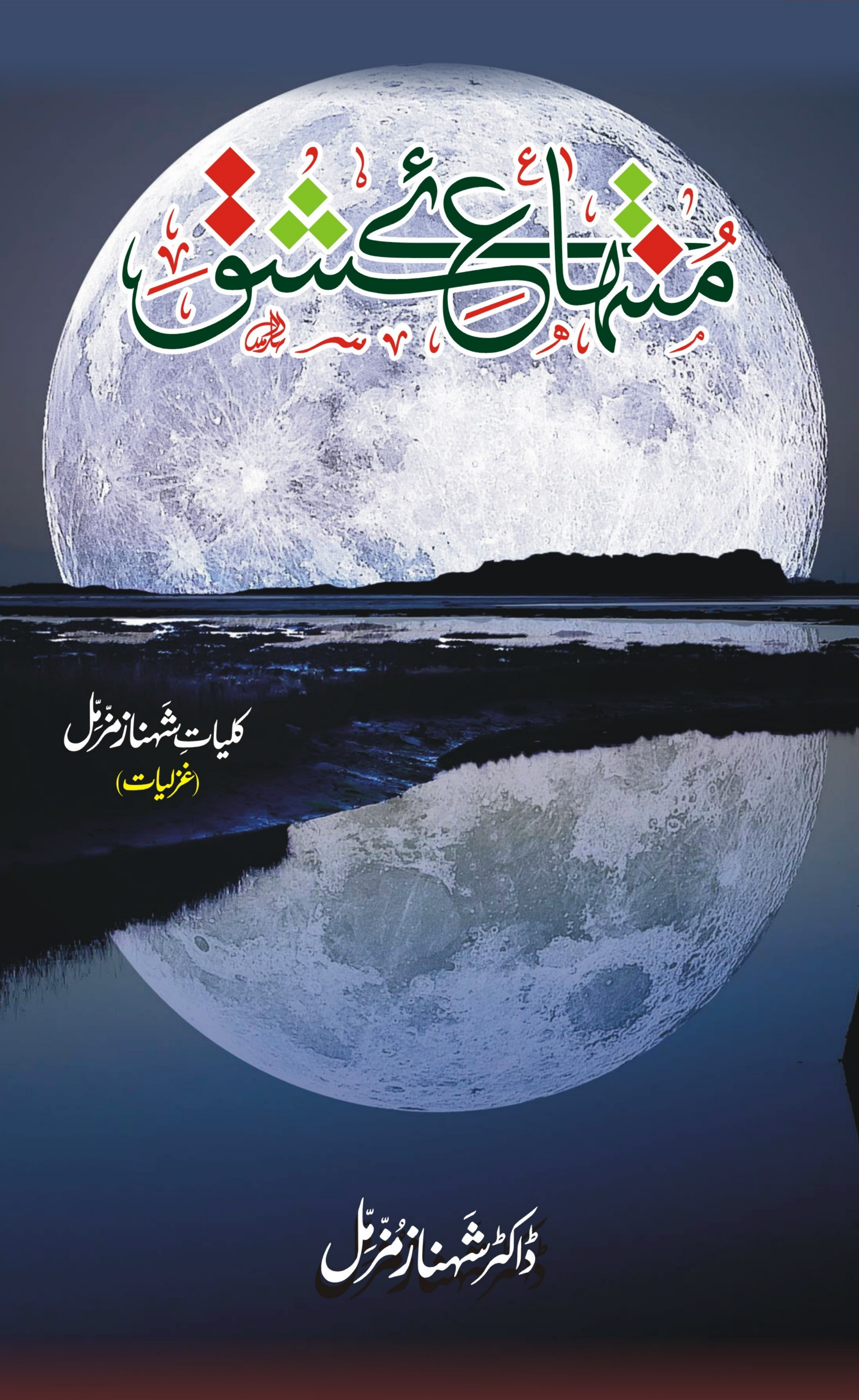

مُنتہائے عشق
کلیاتِ شہناز مزمّل
(غزلیات)
ڈاکٹر شہناز مُزمّل

یقیں کے اور گماں کے درمیاں ہوں
مجھے لگتا ہے شاید بدگماں ہوں

بچا لو اپنی آنکھوں کو نمی سے
میں بجھتی آگ سے اُٹھتا دھواں ہوں

مسافر کتنے آئے کتنے پلٹے
کسی گم گشتہ منزل کا نشاں ہوں

بہت سے قافلے لے کر چلی ہوں
میں اِک مدت سے میرِ کارواں ہوں

ہمہ تن گوش کیوں ہیں اہلِ محفل
کوئی قصہ ہوں، کوئی داستاں ہوں

کنارے تک کبھی پہنچیں نہ پہنچیں
نئی کشتی کا ٹوٹا بادباں ہوں

مرے سائے میں کیسے رہ سکو گے
پگھلتے موم کا اِک سائباں ہوں

خدا جانے رسائی ہو کہاں تک
میں ٹوٹے دل سے نکلی اِک فغاں ہوں

مجھے تم اِس قدر ناداں نہ سمجھو
زمیں زادی ہوں لیکن آسماں ہوں

ہوا میں مجھ کو اُڑنا آ گیا ہے
فضاؤں میں ٹھہرنا آ گیا ہے

مجھے شعلوں پہ چلنا آ گیا ہے
میں پتھر تھی، پگھلنا آ گیا ہے

دلِ وحشی کو اب کیسے سنبھالوں
اِسے تو بس مچلنا آ گیا ہے

ہوں مقروضِ اَنا بے بس نہیں ہوں
مجھے گر کر سنبھلنا آ گیا ہے

زمانے نے سکھایا ہے بہت کچھ
ہر اِک سانچے میں ڈھلنا آ گیا ہے

ضرورت ہی نہیں اب تو کسی کی
مجھے خود ہی بہلنا آ گیا ہے

کوئی اچھی غزل تخلیق کر دے
تخیل کو سجانا آ گیا ہے

دوستی کا جنہیں احساس دلایا جائے
ایسے رشتے کو بھلا کیسے نبھایا جائے

بے ثمر ہونے لگیں بستیاں پھر سے
پیار کا پودا ذرا پھر سے لگایا جائے

کوئی خوشبو نہیں، تتلی بھی نہیں، گل بھی نہیں
سبز موسم کو ذرا ڈھونڈ کے لایا جائے

کوئی اِس دکھ کو، اذیت کو سمجھتا کب ہے
داغ سینے کا بھلا کس کو دکھایا جائے

ہے عجب کھیل یہ ہر روز کا جینا مرنا
میں اگر حرفِ غلط ہوں تو مٹایا جائے

دل جلا رکھا ہے آندھی میں مسافر کیلئے
ایسے طوفاں میں دیا کیسے جلایا جائے

دستکیں شب بھر ہوا دیتی رہی
شمع لیکن رات بھر جلتی رہی

بدلیوں کی اُوٹ میں تھا چاند بھی
جانے کیا کیا چاندنی کہتی رہی

شب پہ کیا گزری کسے معلوم ہے
صبح تارے اُوڑھ کر سوتی رہی

پھول سے بھنوروں کی سُن کر داستاں
رات بھر شبنم یونہی روتی رہی

چُن کے تتلی پھولوں کی کچھ پتیاں
خوشبوؤں سے باوضو ہوتی رہی

جلا کر اِک دیا رکھا ہوا ہے
کسی طوفان سے سودا ہوا ہے

بہت مدت سے اِک میرا سندیسہ
ہوا کے ہاتھ پر لکھا ہوا ہے

ہمیں اِس حال میں پہچان لو گے
یہ مت کہنا کہیں دیکھا ہوا ہے

کبھی فرصت ملے تو آ کے ملنا
وفا کا قرض اِک رکھّا ہوا ہے

چلو چھوڑو کوئی الزام مت دو
نہ جانے کس نے کیا سوچا ہوا ہے

تمہیں بھی علم ہو جائے گا جلدی
کسی نے کس کو کیا بیچا ہوا ہے

وہ دستک بھی تمہاری سُن رہا ہے
جو اُوپر ہے وہ کب سویا ہوا ہے

بھلا ہو تتلیوں کے پیرہن کا
فضا کا رنگ کچھ بدلا ہوا ہے

تمہارے در پہ کیوں سر کو جھکائیں
کیوں اپنے کو خدا سمجھا ہوا ہے

نئی تعبیر بنتے جا رہے ہو
ادھورا خواب کب پورا ہوا ہے

مجھے اب کیسے سوچا جا رہا ہے
پسِ دیوار لکھّا جا رہا ہے

تلاشِ یار میں نکلے ہو شاید
یہاں انسان بیچا جا رہا ہے

نمو کی رت سے کہہ دو اب نہ آئے
فنا کا بیج بویا جا رہا ہے

ہتھیلی پر سجا لائے ہیں جاں کو
بڑی حیرت سے دیکھا جا رہا ہے

عدالت اس سے طرح کیوں لگی ہے
مجھے کیوں ایسے سمجھا جا رہا ہے

اُبھر کر ڈوب جانا چاہتے ہیں
تجھے پالیں بہانہ چاہتے ہیں

گھٹن اِس حبس موسم میں بہت ہے
نیا طوفاں اُٹھانا چاہتے ہیں

اُجالا ہو ذرا ظلمت کدے میں
چراغِ دل جلانا چاہتے ہیں

اِسے یادوں کا ہم حصہ بنا کر
نہ جانے کیا بھلانا چاہتے ہیں

مقابل ہم بھی اِس دنیا کے آ کر
مقدر آزمانا چاہتے ہیں

نظر اپنی لگی ہے آسماں پر
جو کھویا تھا وہ پانا چاہتے ہیں

ادب کے نام پر کچھ لوگ اکثر
فقط شہرت کمانا چاہتے ہیں

کبھی بھی جو کسی نے نا کیا ہو
وہ ہم کر کے دکھانا چاہتے ہیں

زمانہ یاد رکھے مدتوں تک
یہاں سے ایسے جانا چاہتے ہیں

کبھی منزلیں بدلنا کبھی راستوں میں آنا
کبھی دوستی نبھانا کبھی دشمنوں میں آنا

ذرا تھوڑا غور کرنا ہمیں چھوڑنے سے پہلے
کبھی نفرتیں پرکھنا، کبھی چاہتوں میں آنا

مری خواہشوں کی مسند پڑی مدتوں سے خالی
کبھی خواب ہی دکھانا کبھی رتجگوں میں آنا

یہ سفر محبتوں کے کبھی طے ہوئے اکیلے
کبھی ساتھ ساتھ چلنا کبھی منزلوں میں آنا

مرا ہم سفر اچانک کیوں بچھڑ گیا ہے مجھ سے
تمہیں دیکھنا میں چاہوں کبھی آئینوں میں آنا

ہے درد دیدہ جسم سارا پڑے پاؤں میں ہیں چھالے
کبھی مرہموں کی صورت مرے آنگنوں میں آنا

دیدہ نم کو مرے اور بھی بینائی دے
تجھ سے کچھ بات کروں گوشۂ تنہائی دے

دل کے آئینے میں جھانکوں تو نظر تو آئے
شوق کو میرے بڑھا، ذوقِ تماشائی دے

شوقِ دیدار نے اب جینا کیا ہے مشکل
در پہ آئی ہوں ترے مجھ کو پذیرائی دے

کون سی سمت چلوں پاس ترے جا پہنچوں
محورِ زیست بنا بادیہ پیمائی دے

سات پردوں میں چھپا رہنا بھی اچھا تو نہیں
تو نہاں کیوں ہے عیاں ہو کے شناسائی دے

ذرے ذرے میں نظر آتے ہیں جلوے تیرے
مجھ کو ہر شے میں دکھائی رخِ زیبائی دے

ہم سے مت کوئی رابطہ رکھنا
ایک تھوڑا سا فاصلہ رکھنا

تم کو عادت ہے روٹھ جانے کی
مت تعلق کوئی روا رکھنا

سبز موسم تراشنے کے لیے
زرد موسم سے رابطہ رکھنا

جب بکھر جائیں کرچیاں دل کی
کیوں محبت کا سلسلہ رکھنا

آ گئے ہو تو بیٹھ جاؤ ذرا
رنجشوں کو ذرا چھپا رکھنا

ڈھونڈنا ہم کو اپنی آنکھوں میں
سامنے اپنے آئینہ رکھنا

شام ڈھلنے پہ لوٹ آئیں گے
اِک دیا تم ذرا جلا رکھنا

سمجھتی میں بھی ہوں کہ زندگی کی جستجو کیا ہے
نہیں ممکن یہ بتلاؤں کہ میری آرزو کیا ہے

میں تیرے عشق میں رسوا ہوں، دیوانی ہوں، مجنوں ہوں
کبھی تو تُو مجھے مل جا تجھے دیکھوں کہ تُو کیا ہے

بنا کر بھول بیٹھا ہے کبھی نیچے اُتر کر آ
تجھے بھی علم ہو جائے جہانِ رنگ و بُو کیا ہے

گدائی کا لئے کاسہ بھٹکتی پھر رہی ہوں میں
ہر اِک لمحے میں حاضر ہوں تو پھر وجہ وضو کیا ہے

تجھے ڈھونڈا تجھے پایا ہے ہم نے سات پردوں میں
نہیں تو سامنے تو پھر یہ چرچا کُو بہ کُو کیا ہے

بہت مدہوش رکھتا ہے یہ تیرے عشق کا نشّہ
ترا عاشق یہ کب جانے ہے کہ جام و سُبو کیا ہے

مجھے وجود سے باہر وہی نکالے گا
میں اُس کی ہوں وہ مجھے آپ ہی سنبھالے گا

رہے گی تاب نہ مجھ میں کہ اُس کو دیکھ سکوں
مرے لئے وہ دیئے آپ ہی جلالے گا

سفر پہ عشق کے نکلے ہیں ہم خموشی سے
یقین اپنے لئے راستہ بنالے گا

تڑپ نے دید کی مجنوں بنادیا مجھ کو
جو پردے راہ میں حائل ہیں سب اُٹھالے گا

فزوں ہے میرا جنوں مجھ کو کون روکے گا
خرد کی راہ سے پتھر وہ خود ہٹالے گا

کھڑی ہوں عشق سمندر کے میں کنارے پر
سفینہ موجوں سے باہر وہی اُچھالے گا

مرے یقین کو تو صورتِ گماں نہ سمجھ
غبارِ دل ہے اِسے گردِ کارواں نہ سمجھ

وفورِ عشق میں سب کچھ بھلا کے ساکت ہیں
جنون و شوق کو تُو مرگِ ناگہاں نہ سمجھ

یہ خواہشوں کے پجاری زمیں پہ رہتے ہیں
تماشا دیکھتا رہ اِن کو آسماں نہ سمجھ

جبیں جھکانے سے پہلے ذرا یہ سوچ تو لے
ہر ایک رہ گذر کو تو آستاں نہ سمجھ

سفر طویل ہے مشکل ہے دور منزل بھی
خود آنکھیں کھول کسی کو بھی پاسباں نہ سمجھ

خوف انجانا رگ و پے میں سرایت کر گیا
اور پھر انسان اپنے سائے سے خود ڈر گیا

مدتوں سے میں بھٹکتی تھی تلاشِ یار میں
عشق کو میرے مکمل ایک لمحہ کر گیا

ہم سفر نے ساتھ چلنے کا کیا وعدہ مگر
زہر تنہائی کا میری زندگی میں بھر گیا

تہمتوں کے داغ سب دامن سے میرے دھل گئے
یہ بہت اچھا ہوا کے زندگی سے شر گیا

ہر کوئی شہنازؔ اپنی خواہشوں کا ہے غلام
منظرِ شہرِ تمنا سب کو پُر نم کر گیا

ہمیں بھی کب گوارا ہر ستم تھا
محبت کا بھی کچھ رکھنا بھرم تھا

کسی طرح سے اپنا دل نہ بہلا
اچانک یوں بچھڑ جانے کا غم تھا

بھلاتے بھی بھلا ہم اُس کو کیسے
وہی کعبہ، وہی اپنا صنم تھا

قلندر عشق کے نشّے میں گم تھا
اُسے درکار کب جاہ و حشم تھا

بہت مشکل سے گزری جو بھی گزری
کب آنسو تھم سکے کب درد کم تھا

اب تو مٹی کا گھروندا ہے بنانا مشکل
بجھتی آنکھوں میں نیا خواب سجانا مشکل

ہم تو موسم کا ستم سہتے تھے خوشبو کیلئے
ہجر موسم میں گل و تتلیاں لانا مشکل

اِس قدر بھیڑ میں پہچانیں گے خود کو کیسے
ہو گیا آپ سے اب خود کو ملانا مشکل

مت سمیٹو ہمیں تم خود ہی بکھر جاؤ گے
کرچیوں میں ہیں بٹے اب ہے اُٹھانا مشکل

آج خود کو ہے سنبھالا کہ کوئی بات کریں
ایک مدت سے ہُوا سننا سنانا مشکل

عشق میں ہم تو بہت دور نکل آئے ہیں
ہم سے اب کوئی تعلق ہے بنانا مشکل

جبکہ خود سے بچھڑ گئے ہیں ہم
کس لئے خود کو ڈھونڈتے ہیں ہم

زخم خوردہ نہیں اب آزردہ
خوب جی بھر کے رو لیے ہیں ہم

لوگ بدلے تو ایسا لگتا ہے
اپنے ہی شہر میں نئے ہیں ہم

نام تیرا دوبارہ لے شاید
دل کی دھڑکن کو سُن رہے ہیں ہم

اپنی پہچان بھی نہیں ہوتی
روز آئینہ دیکھتے ہیں ہم

عشق منزل کے ہم مسافر ہیں
سب مصائب کو جانتے ہیں ہم

اب شب غم میں روشنی ہو گی
چاندنی میں نہا لیے ہیں ہم

اِس قدر پیار سے یہ کس نے پکارا جاناں
کرب سے عشق کی وادی میں اُتارا جاناں

میری چاہت کا دعاؤں کا صلہ مل ہی گیا
نکہت و نُور سے تُو نے جو نکھارا جاناں

وعدہ کرلو کہ مرا ساتھ نہیں چھوڑو گے
تم سے دوری نہیں پل بھر بھی گوارا جاناں

شکر صد شکر عطا کر دیا سب کچھ اُس نے
اُوج پر لے گیا قسمت کا ستارا جاناں

مجھ سا دنیا میں بھلا کس کا مقدر ہوگا
بڑھتے طوفاں میں ملا مجھ کو کنارا جاناں

تیز دوڑائے گا اب مجھ کو مرا شوق و جنوں
روک سکتا نہیں دنیا کا خسارا جاناں

آج اپنی اُڑان دیکھوں گی
اِک نیا آسمان دیکھوں گی

گفتگو سے ہوا نہ کچھ حاصل
خامشی کی زبان دیکھوں گی

میں نے ایسا کبھی نہ سوچا تھا
عکس کے بن مکان دیکھوں گی

آزمائش گزر چکی ہے اب
اور کب امتحان دیکھوں گی

ہے مرا عشق اور جنوں کامل
گم یقیں میں گمان دیکھوں گی

دید کے آخری مراحل میں
پردہ کب درمیان دیکھوں گی

مجھ کو در پر بلا لے پھر یزداں
پھر نیا اِک جہان دیکھوں گی

جس جگہ سب ہی برگزیدہ ہوں
ایسا اک خاندان دیکھوں گی

کالی کملی کی چھاؤں ہو ہر سُو
میں بھی وہ سائبان دیکھوں گی

خوشبو ہو کہ سایہ ہو، کوئی خواب ہو کیا ہو
ساحل ہو بھنور ہو کوئی گرداب ہو کیا ہو

اِک گونہ سکوں دل کو ملا دیکھ کے تم کو
اُمید کا بڑھتا ہوا سیلاب ہو کیا ہو

چڑھ جائے جو سر پر تو اُترتا ہی نہیں ہے
تم عشق ہو نشّہ ہو مئے ناب ہو کیا ہو

ہر رنگ نرالا ہے نئی چھب ہے تمہاری
چُنری میں چھپا اِک رخِ سیماب ہو کیا ہو

آہٹ میں ہے اک ساز اور آواز میں جادو
و نجلی ہو کہ وینا ہو کہ مضراب ہو کیا ہو

کیسے بتلاؤں کہ اِس آنکھ نے کیا کیا دیکھا
روز عاشق نے نیا عشق تماشا دیکھا

آگ سینے میں جو بھڑکی تو بھڑکتی ہی گئی
دور تک درد کا جلتا ہوا صحرا دیکھا

رات نے شام کی آنکھوں میں لگایا کاجل
اور خود روز نئی صبح کا چہرہ دیکھا

کیوں زلیخا ہوئی بیتاب کہ آئے یوسف
عشق پہ حُسن کا تُو نے کبھی پہرا دیکھا

وہ ہی اقوام نظر آتی ہیں اب بھی محکوم
اپنی تہذیب سے جس جس کو معرّا دیکھا

زندگی تیرے سوالات سے ڈر لگتا ہے
چشمِ پُرنم تری برسات سے ڈر لگتا ہے

مسئلے لے کے نکل آتا ہے دن کا سورج
لوگ کہتے ہیں اُنہیں رات سے ڈر لگتا ہے

رتجگے کات کے کچھ خواب بُنے ہیں مَیں نے
اِدھ کھلی آنکھوں کو خیرات سے ڈر لگتا ہے

جس کو خود سے بھی چھپایا یہ بتاتا نہ پھرے
جانے کیوں اِس دلِ بیتاب سے ڈر لگتا ہے

اپنے اندر کی ہی دنیا میں بسا کرتے ہیں
کیا کریں گردشِ حالات سے ڈر لگتا ہے

میرے اقرارِ محبت کو وہ سُن کر بولے
ایک دیوانے کے اثبات سے ڈر لگتا ہے

ہم تو عاشق ہیں، قلندر بھی ہیں، درویش بھی ہیں
عشق والوں کی کرامات سے ڈر لگتا ہے

اُس نے پہلے بھی خطا اپنی کہاں مانی ہے
پھر مُکر جائے گا اِس بات سے ڈر لگتا ہے

گہرا سناٹا ہو تاریکی ہو تنہائی ہو
زخم بنتے ہوئے لمحات سے ڈر لگتا ہے

سب نے اجداد کو معبود بنا رکھا ہے
ہم کو ورثے میں ملی ذات سے ڈر لگتا ہے

کسی کا کچھ نہیں جائے گا میرے ساتھ چلنے میں
میں اِک بہتا ہوا دریا ہوں اِس صحرا کے سینے میں

کوئی کتنا بڑا بھی کام ہو جائے مگر اکثر
زمانہ دیر کرتا ہے نیا اِک نام دینے میں

کسی کی جیت کو تسلیم کرنا کتنا مشکل ہے
مگر یہ بھی قرینہ ہے محبت کے قرینے میں

میں عاشق ہوں ہر اِک حد سے گزر جانے کی عادت ہے
تامل کب ہے مجھ کو اِک نئی تدبیر کرنے میں

محبت کے سفر میں آخری منزل نہیں ہوتی
عجب اِک اِس کی لذت ہے مزہ ہے ایسے جینے میں

کس لئے عشق کی عاشق کو سزا دیتے ہو
ایک مجنوں کا جنوں اور بڑھا دیتے ہو

یاد کچھ بھی نہیں رہتا ہے مجھے اُن کے سوا
دل کی مسند پہ جنہیں روز بٹھا دیتے ہو

اُن کی محفل میں پہنچنے کی مجھے جلدی ہے
راستہ کس لئے دشوار بنا دیتے ہو

جانتے بوجھتے حالت کسی دیوانے کی
عشق کی آگ کو بھڑکا کے ہوا دیتے ہو

زندگی پوری گزاری ہے فقط وعدوں پر
کچھ بھی کرتے نہیں بس خواب دکھا دیتے ہو

دے نہیں پاتے ہو تم میرے سوالوں کے جواب
اِک کہانی سے مجھے بس آکے سنا دیتے ہو

جن کو میں ڈھونڈ رہی ہوں وہ بھلا کیسے ہیں
نقش بننے نہیں دیتے ہو مٹا دیتے ہو

آئینہ خانے میں بیٹھے ہوئے مدت گزری
محوِ حیرت کو تماشا سا بنا دیتے ہو

جب بھی تصویر سی بنتی ہے مری آنکھوں میں
چشمِ پُرنم کی نمی اور بڑھا دیتے ہو

منتظر ہم بھی عطا کے ہیں صدا کرتے ہیں
مانگنے والے کو حاجت پہ سوا دیتے ہو

ذرا میں شوق کی رفتار دیکھوں
نکل کر خوف سے اِک بار دیکھوں

نظر آتا نہیں روشن ستارا
میں کیسے دھند کے اُس پار دیکھوں

مرا جذب و جنوں کامل ہے جاناں
تو کیوں میں راہ میں دیوار دیکھوں

ترے کوچے سے مشکل واپسی ہے
پلٹ کر در کو میں ہر بار دیکھوں

سفر ہے آبلہ پائی کا جاری
میں کیسے گرمئ بازار دیکھوں

خرد روکے ہے دل کو عاشقی سے
دماغ و دل کی میں تکرار دیکھوں

جلتا چراغ جب سے ہوا کو تھما دیا
منزل کا نقش ہاتھ سے اپنے مٹا دیا

لذت عجب ملی ہمیں لمحاتِ ہجر میں
طولِ شبِ فراق کو خود ہی بڑھا دیا

مشکل ہمارے واسطے مشکل نہیں رہی
طوفان میں بھی راستہ اُس نے بنا دیا

آندھی بھی کب بجھا سکی اِک آگ عشق کی
روشن رہا وہ نُور سے جلتا ہوا دیا

اب طائروں کی جراتِ پرواز دیکھنا
پَر کاٹ کے صیاد نے جن کو اُڑا دیا

شہنازؔ اب انا کی بھی مقروض ہے کہاں
قرضِ وفا تو مدتیں گزریں چکا دیا

اب سہا جاتا نہیں تیرا وجود
اے مری تنہائی مجھ کو چھوڑ دے

عشق میں مَیں مبتلا مدت سے ہوں
میرا ناتہ خود سے اب تُو جوڑ دے

کوئی خدشہ زندگی میں کیوں رہے
فکر کے یہ سارے بندھن توڑ دے

جس طرف بس امن ہو اور چین ہو
رخ مرا تُو اُس طرف کو موڑ دے

سچے عاشق ہو تو پھر عشق کا چرچا نہ کرو
کیا ملے گا تمہیں اِس عشق میں سوچا نہ کرو

ہم ہیں سینے پہ لگے زخم سجانے والے
گر دیئے زخم تو پھر اِن کا تماشا نہ کرو

بھیج کر تحفہ مرا قرض چکا دیتے ہو
میرے دکھ درد کا اِس طرح مداوا نہ کرو

مان کے اپنا تمہیں ہار دیا ہے سب کچھ
تم بھی اپنا ہی سمجھ کر مجھے رسوا نہ کرو

پا لیا آپ کو شہنازؔ نے قسمت اُس کی
کہہ دو اِس دل سے کوئی اور تمنا نہ کرو

وہ میرے عشق کا محور تلاش کرتا ہے
مجھے وہ میرے ہی اندر تلاش کرتا ہے

عجب سی مستی میں ڈوبا ہوا دلِ وحشی
فنا سفر میں سمندر تلاش کرتا ہے

نہ جانے کھو گیا کیا عشق کے مسافر کا
گزر چکے ہیں جو منظر تلاش کرتا ہے

سکوں کی گھڑیوں میں بھی بے سکون رہتا ہے
گئے جنون کو اکثر تلاش کرتا ہے

وہ خود بھی کھویا ہے، کچھ کھو گیا ہے اُس کا بھی
وہ اِس کو خود سے بھی چھپ کر تلاش کرتا ہے

وجدان ہے یا عشق ہے سوچا ہی نہیں ہے
لمحہ کوئی ادراک کا آیا ہی نہیں ہے

کس سمت نکل جائیں سمجھ کچھ نہیں آتا
مدت سے خضر کو کہیں دیکھا ہی نہیں ہے

کچھ ذوقِ سفر میں ہی کمی ہو گئی ہو گی
جگنو کبھی رستے سے تو بھٹکا ہی نہیں ہے

تو میرا حوالہ ہے مگر کیوں ہوا ایسا
اِک لفظ ترے واسطے لکھا ہی نہیں ہے

اِک نور سے خوشبو سے مرا گھر ہے معطر
کب ہو گیا ایسا کبھی سوچا ہی نہیں ہے

کیا اتنا تعلق تھا گئے وقت سے اپنا
گزرے ہوئے لمحوں کو پکارا ہی نہیں ہے

خود ڈالا ہے کشتی کو محبت کے بھنور میں
اِس عشق سمندر کا کنارا ہی نہیں ہے

میں اپنے اور اُس کے درمیاں اِک فاصلہ چاہوں
محبت کو بچانے کا سلیقہ سیکھنا چاہوں

کبھی اِک پل کی دوری بھی گوارا کر نہیں سکتی
کبھی ترکِ تعلق کیلئے اِک راستہ چاہوں

خزاں رت کی یہ ویرانی تو اب اچھی نہیں لگتی
کسی بدلے ہوئے موسم کا منظر دیکھنا چاہوں

مجھے جانا کہاں ہے کونسی منزل مری ہو گی
زمانے کے تسلسل سے نکل کر سوچنا چاہوں

وہی ہے عشق کا محور ہر اِک دھڑکن یہ کہتی ہے
میں اُس کا قرب پانے کو نیا اِک سلسلہ چاہوں

میں عاشق ہوں مجھے تو عشق کے رستے پہ چلنا ہے
پیالہ عشق کا پی کر اُسی سے رابطہ چاہوں

عاشقی کرکے ہر عاشق ہی دوانہ ٹھہرا
اور ترے واسطے یہ عشق تماشا ٹھہرا

ہم سے عاشق کو کسی نے بھی نہیں پہچانا
لیلیٰ مجنوں کا مگر ایک زمانہ ٹھہرا

زندگی بھر ترے مجنوں کو کہاں ہوش رہا
دہر والوں کیلئے قصہ پرانا ٹھہرا

ہجر میں پائی جو لذت وہ کہاں وصل میں ہے
یہ بچھڑنا تو فقط ایک بہانہ ٹھہرا

شوقِ وارفتگی میں ایسا ہوا حال مرا
کیفیت اپنی فقط اُس کو ستانا ٹھہرا

دید کی آس ہمیں دیکھ کہاں لائی ہے
اب تو چہرے سے فقط پردہ ہٹانا ٹھہرا

غبارِ راہ بنی میں رہِ غبار میں ہوں
نہ جانے کون ہے میں جس کے انتظار میں ہوں

وہ مجھ سے ملنے پلٹ کر ضرور آئے گا
بہت زمانے سے اُمید کے حصار میں ہوں

یہ جبر و قدر کا چکر ازل سے چلتا ہے
کبھی یہ سوچا نہیں کس کے اختیار میں ہوں

یہ لوگ کون ہیں کیسے ہیں کچھ نہیں معلوم
میں بس ہجوم کا حصہ ہوں، کس شمار میں ہوں

مجھے بھی دیں گے وہ حصہ یہ کیسے سوچ لیا
میں اتنی دور ہوں، میں کب کھڑی قطار میں ہوں

میں اُس کی ہوں وہ مرا ہے بس اتنا کافی ہے
نہیں ہے جیت کی چاہت، میں مست ہار میں ہوں

سمجھ کے بھی مجھے سمجھا نہیں زمانے نے
خزاں رسیدہ ہوں کھوئی مگر بہار میں ہوں

کھڑی ہوں عشق سمندر کے میں کنارے پر
چڑھا ہے عشق کا نشہ بہت خمار میں ہوں

عشقِ مسافت

عشق مسافت

عشق سمندر میں چھلانگ لگانے کے بعد مسافت طویل ہوتی گئی۔ابھرتی ڈوبتی رہی مگر ساحل کی تمنا نہیں کی کیونکہ عشقِ مسلسل سے گذر رہی تھی اور یہ عشقِ مسلسل عشق کُل کو تلاش کر رہا تھا۔اس مسافت کے دوران سیپ سے موتی چنے تھے ان کو جمع کرنے کا موقع ملا اس دوران عشقِ کل تک پہنچنے کیلئے بہت سے جوار بھاٹے دیکھے۔لیکن عشق سمندر کی موجوں نے سنبھالے رکھا اور یقین کو کامل کیا اور کوئی ہے جو بنا پتوار بھی ناؤ پار لگا دیتا ہے۔ساحل نظر آتے رہے مگر انہیں منزل نہیں بنایا اور الحمدللہ یقین کامل کی منزل مل گئی۔اور ہچکولے کھاتی ناؤ کو لے کر تھوڑی دیر سستانے کو ساحل پہ رک گئی۔اطمینان قلب حاصل ہونے کے بعد دوران سفر درپیش اکٹھے کئے گئے موتی جو عشقِ مسلسل کی راہیں ہموار کر رہے تھے اُن کو گوہر شناسوں کو تھما دیا جائے اور عشق مسلسل کی داستان بھی آپ کو سنائی جا سکے۔الحمدللہ عشق مسافت کے ساتھ ساتھ عشقِ مسلسل نے بھی ایک مشکل اختیار کر لی ہے۔اب آپ بتائیں گے کہ کتنے آبدار موتی میں چُن سکی ہوں۔

عشق سمندر بھی سامنے ہے اور اس میں موجود سیپیاں مزید موتیاں بنا رہی ہیں انشاء اللہ۔عشق کل کے ساتھ عشق سمندر میں اتر کر مزید موتی چنوں گی۔لیکن اس سے پہلے یہ جاننا چاہوں گی کہ گوہر شناسوں کو اس میں کتنے سچے اور سُچے موتی ملے۔اور کتنے کنگر پتھر۔میں انتہائی شکر گذار ہوں منفعت عباس رضوی کی کہ انہوں نے مسلسل ایک گھنٹے بیٹھ کر میرا کلام سنا اور آبدار موتی چُننے میں میری مدد کی۔اب دیکھیں گوہر شناسوں کو یہاں کیا ملتا ہے۔

ڈاکٹر شہناز مزملؔ

چیئر پرسن، ادب سرائے انٹرنیشنل۔مادر دبستان لاہور

عشق کی شمع فروزاں

ڈاکٹر شہناز مزمل ایک ایسی ہستی کا نام ہے۔ جب بھی مجھے اِن کا خیال آتا ہے تو اِن کے خیال کے ساتھ ہی مجھے اپنے قلب و جان میں عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع فروزاں ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صرف ایک شاعرہ اور مصنفہ کا نام نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر صاحبہ کی عشق مصطفےٰ ﷺ کی کیفیات اور اللہ پاک کے ساتھ اُن کا تعلق کا انداز عہد حاضر کے لوگوں کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔ مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہے کہ میری طرف سے محترمہ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ کی اِس کتاب کے حوالے سے کچھ لکھنا ایسے ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دیکھانا۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ نے جس طرح خالق کی محبت میں ڈوب کر لکھا ہے اور جس راستے کی وہ مسافر ہیں یقینی طور پر راہ حق کے مسافروں کے لیے اُنھوں نے جس طرح رہنمائی کی ہے وہ یقینی طور پر ایک کامل ولی ہی کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ کی اپنے اردگرد کے لوگوں پر اتنی نوازشات ہیں کہ وہ سب کے لیے ایک ایسا شجر سایہ دار ہیں جس سے ہر کوئی فیض لیتا ہے۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ کا لکھا ہوا ایک ایک لفظ راہ عشق حقیقی کا آئینہ دار ہے۔ اللہ پاک نے ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ پر اپنے بے پناہ کرم سے نوازا ہے کہ اُن کی شاعری اور نثر دونوں میں انسانیت سے محبت اور فلاح کا راستہ دیکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر شہناز مزمل صاحب جن راستوں کی راہی ہیں وہ اخلاص محبت اور وفا سے سجا ہوا ہے۔۔ ڈاکٹر صاحبہ کے ساتھ بندہ ناچیز کے تعلق کی بنیاد یہ بھی ہے کہ مجھے اُنھوں نے اپنے چھوٹے بھائی کا اعزاز بخشا ہے۔ اور میرے بیٹے حذیفہ کی وہ پھوپھو ہیں۔ اللہ پاک ڈاکٹر صاحبہ کا سایہ ہمارے سر پہ تا قیامت قائم رکھے۔

صاحبزادہ محمد اشرف عاصمی

ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

کون کرتا رہا تلاوت ہے
دی فضاؤں نے اک بشارت ہے

دھیرے دھیرے برس رہی پھوار
اتری پھر آسماں سے آیت ہے

آ رہی ہیں اذاں کی آوازیں
کرلو سجدہ اگر بصارت ہے

نکلیں شبنم سے باوضو ہو کر
گل و لالہ کی یہ روایت ہے

کیسے پی کو پکارتا پی ہو
دیکھی ایسی کہاں حلاوت ہے

اِس کو اپنا کبھی نہ سمجھو تم
زندگی موت کی امانت ہے

گر یقیں ہے تمہارا کامل تو
عشق کرنا بھی اک عبادت ہے

بہت شعلہ بیانی ہو رہی ہے
ہر اک سو نعت خوانی ہو رہی ہے

موذن اب ہوائیں ہو گئی ہیں
فضا کتنی نورانی ہو رہی ہے

نہیں حاصل ہے کچھ لا حاصلی کا
ہر اک شے نقشِ فانی ہو رہی ہے

یقیں نے چھو لیا ہے آسماں کو
گماں سے بدگمانی ہو رہی ہے

چھپا لیں گے وہ کملی میں مجھے بھی
طلب یہ جاودانی ہو رہی ہے

ہے دنیا نقش پا پیرِ مغاںؑ کا
ہر اِک سُو کُن فکانی ہو رہی ہے

شہنشاہِ دو عالم میرے آقاؐ
جھکا ہے سر غلامی ہو رہی ہے

تقدس کا نشّہ چھانے لگا ہے
عقیدت ضوفشانی ہو رہی ہے

گر وہ لمحے شدید دیتا ہے
رحمتوں کی نوید دیتا ہے

وہ فقط لا اِلہ اِلا اللہ
ذرہ ذرہ وعید دیتا ہے

کوئی پل بھی اذاں سے خالی نہیں
اس فضا میں شنید دیتا ہے

دنیا مانگو تو وہ تمھارے لیے
ساری چیزیں خرید دیتا ہے

اور طلب نور کی جو کرتا ہے
اپنے پیارے ؐ کی دید دیتا ہے

نوائے عشق کا اترا ابھی خمار نہیں
ابھی تلک سے مجھے اپنے پہ اختیار نہیں

ہوا ہے یہ بھی کہ صحرا میں پھول کھلتے ہیں
سفر نصیب کے حصے میں کیوں بہار نہیں

طلسمِ جان کے سب راز کھول دوں کیسے
نہیں نہیں مجھے خود پر بھی اعتبار نہیں

شب ِسیہ چھپاتی ہے میرے داغوں کو
اسے یہ کہہ دو کہ گیسو ابھی سنوار نہیں

مسافتوں کی تھکن سے یہ جسم و جان ہے چور
سفر طویل ہے رستے میں راہ گزار نہیں

کبھی تو تشنگی کم ہو ہی جائے گی لیکن
زمانہ بیت گیا اترے دریا پار نہیں

کسی کو اپنی طلب کب تھی جو وہاں رکتے
پلٹ کے ہم کو زمانے تو اب پکار نہیں

سفر کو اوڑھ کر نکلے تھے تیری چاہت میں
جہاں پہ ملتی ہے چاہت یہ وہ دیار نہیں

تلاشتی ہوئی منزل سے مجھے چلی آئی
ہزار شکر کسی کی میں زیر بار نہیں

منصبِ رقص سنبھالو کہ تمہیں جچتا ہے
ہم کو تو لذتِ وحشت میں سکوں ملتا ہے

ڈھونڈنے خود کو جو نکلو گے تو کھو جاؤ گے
خود فراموشی کی حالت میں جنوں کُھلتا ہے

تاب سکتے ہو الاؤ کسی دیوانے کا
جس کے سینے میں محبت کا دیا جلتا ہے

پھرتے دیکھو جو کبھی چاک گریباں لاشے
جان لو مجنوں یہاں عشق لئے پھرتا ہے

تھک کے گر بیٹھ گئے راستے تارے سورج
پھر کسی کو کہاں منزل کا نشاں ملتا ہے

ہجر کی رات ہے اسکو شبِ ماتم نہ بنا
وصل لمحوں کو سجا زمزمۂ غم نہ بنا

کرچیاں ٹوٹ کے بکھری ہیں ترے چاروں طرف
ریزۂ دل کو اٹھا زخم کا مرہم نہ بنا

گر بچھڑنا ہے تو اک فیصلہ کر لیتے ہیں
اس کو تقدیر سمجھ درد کا موسم نہ بنا

سارے سپنے بہا لے جائیں گے آنسو تیرے
نیم خواب آنکھوں کو تو دیدۂ پُرنم نہ بنا

اے مصور ترے ان ہاتھوں میں لرزش کیوں ہے
رنگ تصویر میں بھر لے اسے مدھم نہ بنا

ہر مسافر میں تعلق ہو ضروری تو نہیں
ان کا دکھ درد سمجھ پیار کا سنگم نہ بنا

اب تو یادوں کے سوا کچھ نہیں شہنازؔ کے پاس
اپنی آواز دبا اک نیا سرگم نہ بنا

میں کھو گئی ہوں مگر اب گمان بولے گا
مکیں بغیر یہ خالی مکان بولے گا

زمانے بھر کی سمیٹی ہے تیرگی شب نے
ملے گی جب بھی زباں آسمان بولے گا

ہوں سنگِ میل غلط بھی تو مت ہو آزردہ
نشاں دکھانے کو خود ساربان بولے گا

یہ خامشی تو مری ذات کا حوالہ
میں گم ہوں عشق میں میرا دھیان بولے گا

اگرچہ میرا جنوں مجھ کو بے خبر کر دے
زمیں بولے گی اور یہ زمان بولے گا

جو میری روح میرے جسم جاں میں بستا ہے
وہ آج تیرے مرے درمیان بولے گا

حیرتیں حیرتیں حیرتیں حیرتیں
ہر نظر کے تعاقب میں تھیں خواہشیں

لوگ ملتے رہے پیار بڑھتا گیا
جب بہت جھک گئے بڑھ گئیں رنجشیں

اپنے اطراف لوگوں کا سیل رواں
دوست پیچھے ہٹے جب ملیں شہرتیں

ایک لمحہ وہ آیا کہ تنہا تھے ہم
اس محبت کے بدلے ملیں نفرتیں

یاں کسی کے بھی شانوں پہ چہرا نہ تھا
سامنے آئیں اپنوں کی کیا صورتیں

ہاتھ تھاما اٹھایا سنبھالا دیا
سب میں تقسیم کرتے رہے چاہتیں

آئینے میں چہرہ دیکھا جانے کس کا چہرہ ہے
رنگ نہیں ہے روپ نہیں ہے صورت گر بھی کیسا ہے

دیکھ کے اس کی اجڑی صورت اکثر میں ڈر جاتی ہوں
ہجر کی چادر اوڑھ کے بیٹھا شاید میرا سایہ ہے

اوپر سے ہنستی رہتی ہوں لگتا بے حد خوش ہوں میں
اندر اندر ٹوٹ رہی ہوں درد یہ کیسا پایا ہے

تنہائی سناٹا یادیں جب آنسو بن جاتے ہیں
اتر کر اپنے اندر رانجھن تجھ کو میں نے ڈھونڈا ہے

عشق سمندر ڈوب کے مٹی کتنی ہے زرخیز ہوئی
پھول اور پھل پھوٹے ہیں اس میں بیج یہ کیسا بویا ہے

یہ بتاؤ گمان میں ہے کیا
تیر ٹوٹی کمان میں ہے کیا

سب شکاری ہیں گھات میں بیٹھے
ڈھونڈتے ہیں مچان میں ہے کیا

اتنے گم صم سے ہو گئے ہو کیوں
کوئی اُترا دھیان میں ہے کیا

چاک خالی ہے کوزہ گر خاموش
کچھ کمی خاکدان میں ہے کیا

پا لیا جب سراغِ ہست و بود
پھر چھپا لامکان میں ہے کیا

قافلہ دربدر ہوا شہنازؔ
آزمائش میں ساربان ہے کیا

کس نے دیکھا اُسے جیا نہ جیا
پیار خود سے کبھی کیا نہ کیا

تیرگی بس نصیب میں لکھ دی
ظُلمتوں میں دیا دیا نہ دیا

خود رفو گر بھی زخم خوردہ ہے
چاک دل کا کبھی سیا نہ سیا

تلخیوں نے کیا مزاج بھی تلخ
گھونٹ کڑوا کبھی پیا نہ پیا

بے نیازی عجب تھی عادت میں
کب یہ سوچا کہ کچھ لیا نہ لیا

اپنا بن کر مجھے ملا تھا کیوں
تو مرا ہے سے مجھے کہا تھا کیوں

راستے میں اگر بچھڑنا تھا
تو مرا ہمسفر بنا تھا کیوں

بخشنے کو یہ قیدِ تنہائی
مجھ کو تقدیر نے چنا تھا کیوں

تیری میری جدا تھی منزل تو
تو مرے ساتھ بھی چلا تھا کیوں

جب نہیں دینا تھا جواب کوئی
شاہ کی نازؔ کو چنا تھا کیوں

چاک پہ رکھے ہیں تصویر بنا دی جائے
ورنہ اس جگہ سے یہ مٹی ہٹا دی جائے

تم نے کیا سوچ کہ رکھا ہے یہاں کوزہ گرو
گر نہیں ڈھالنا تو وجہ بتا دی جائے

رنگ و خوشبو تو ازل سے مری کمزوری ہیں
سبز موسم سے مری دنیا سجا دی جائے

ہو گیا کوچہء تہمت میں تو جینا مشکل
جرم کی اب تو سزا ہم کو سنا دی جائے

آئینہ خانے میں حیراں سے سب بیٹھے ہیں
ان زمین زادوں کی حیرت ہی مٹا دی جائے

فیصلہ پار اُترنے کا کیا ہے شہنازؔ
اب ذرا آخری کشتی بھی جلا دی جائے

ہمرہی کا ہنر نہیں آیا
لوٹ کر ہم سفر نہیں آیا

اپنے اندر کی بھیڑ میں گم تھی
کچھ بھی باہر نظر نہیں آیا

پابجولاں چلی تھی ننگے سر
رہگذر میں شجر نہیں آیا

نکلی باہر تو تھک کے ٹوٹ گئی
کوئی رستے میں گھر نہیں آیا

پہنی عاشق نے عشق کی زنجیر
مانگنے بال و پر نہیں آیا

کیسا نشّہ ہے کیف و مستی ہے
وہ تو اندر اتر نہیں آیا

خستہ دیوار و در تنے جالے
کوئی بھی کیا ادھر نہیں آیا

مدت ہوئی بہار دکھائی نہیں دیتی
حیرت ہے یہ خزاں بھی دہائی نہیں دیتی

سونی پڑی ہے کب سے مرے دل کی یہ محراب
اس میں اذانِ پیار سنائی نہیں دیتی

کیسے دیارِ ہجر میں گزریں گے شب و روز
سب ہیں خموش ساتھ خدائی نہیں دیتی

ہم عشق کے سفر پر نکل آئے تو منزل
پیچھے دھکیلتی ہے رسائی نہیں دیتی

پھیلا ہوا ہے چار سو ہجر و فراق اب
جینے دلِ ناداں کو جدائی نہیں دیتی

مدت ہوئی اطراف میں جگنو ہے نہ خوشبو
رنگ کھو گئے تتلی بھی دکھائی نہیں دیتی

اک آگ سی بھڑکتی ہے اس خیمہءجاں میں
منہ زور ہوا اس کو بجھا کیوں نہیں دیتی

گر تیری نظر میں ہے محبت کی بلندی
تو پیار سے دشمن کو دعا کیوں نہیں دیتی

ہے زعم بہت عقل پہ ان دیدہ وروں کو
ان کو تو بابِ عشق پڑھا کیوں نہیں دیتی

بدلہ ہوا ہے زاویہ کچھ تیری نظر کا
محور کے دائرے کو بڑھا کیوں نہیں دیتی

شبابِ زیست پلٹایا گیا ہے
سفر ماضی کا دہرایا گیا ہے

وہی گل پوش مہکے راستے ہیں
دوبارہ جس جگہ لایا گیا ہے

نسیم اور نادرہ ہیں ساتھ میرے
کنول سے بھی تو ملوایا گیا ہے

تمہیں بھولے نہیں ہیں بشریٰ جانی
سندیسہ کل کا بھجوایا گیا ہے

ہوئیں گم مستیوں میں ساری سکھیاں
الگ کب تھے یہ سمجھایا گیا ہے

محبت دوستی اور قربتوں کا
نیا اک روپ دکھلایا گیا ہے

ہیں کتنے قیمتی چاہت کے رشتے
ہمیں احساس دلوایا گیا ہے

فراق میں ترے پھرتی ہوں در بدر اب بھی
لمحات ہجر کے ہوتے نہیں بسر اب بھی

کبھی گھڑی دو گھڑی کے لئے دلاسہ دے
تو میرے پاس سے ہو کر کبھی گزر اب بھی

سماعتوں پہ مری دستکیں یہ کیسی ہیں
مجھے یقین ہے تُو ہے اِدھر اُدھر اب بھی

یہ جانتی ہوں تری واپسی ہے ناممکن
نجانے کیوں تری رہتی ہوں منتظر اب بھی

مرا گمان ہے دھوکہ ہے سوچ ہے میری
فضا میں تیری ہی خوشبو ہے رات بھر اب بھی

زمین زادے کہاں کھو گیا ہے تو جا کر
کوئی ہے منتظر تیرا پلٹ ادھر اب بھی

عجیب کرب ہے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے
کب ایک پل کو ہوا درد مختصر اب بھی

خوشبو کی ردا لے کر جب بادِ سحر جائے
یہ شہرِ سخن گُل کی مہکار سے بھر جائے

اپنا جو بناتے ہیں کچھ شرط نہیں رکھتے
تدبیر کرو ایسی تقدیر سنور جائے

جذبات کے طوفاں نے سب شمعیں بجھا ڈالیں
اس شب کے مسافر سے کہہ دو کہ ٹھہر جائے

عاشق کی دیوانے کی بس ایک کہانی ہے
''جو خندہ بہ لب آئے اور خاک بسر جائے''

کب چاہوں میں گزرنا اس شہرِ تمنا سے
جس کوچہء جاناں کو ہر رہ گذر جائے

تو مانگنے والوں کو خالی نہیں لوٹاتا
ہیں دست دعا اٹھے کاسہ میرا بھر جائے

حالت یہ بنالی ہے اپنے سے گزیراں ہوں
آئینہ اگر دیکھوں دل خوف سے ڈر جائے

فیض احمد فیض کا مصرعہء طرح

سمجھ آئے بتاؤ اب کہاں سے
نکل آئے ہیں ہم ہر اک گماں سے

ہے کج بحثی میں الجھے سارے راہبر
بدل دیتے ہیں منظر وہ بیاں سے

خدایا فضل اپنا کر ہی دینا
نکلتا ہے یہی سب کی زباں سے

ہے منفی اور مثبت سامنے تو
نکالو راستہ اک درمیاں سے

زمیں والو طریقہ اپنا بدلو
صدا آتی ہے اب یہ آسماں سے

اب تو گردش سے نکل آیا ستارا اپنا
آؤ مل بیٹھ بناتے ہیں کنارا اپنا

کوئی بھی سود و زیاں کے نہیں پیکر اب تو
نفع بھی اپنا نہیں نہ ہے خسارا اپنا

کتنے خوش فہم ہیں امید بندھی رکھتے ہے
کہ کبھی ہوگا جہاں سارے کا سارا اپنا

پیاس تو پیاس ہے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے
تشنہ کامی میں کہاں ہوگا گزارا اپنا

ایک منظر نہیں بنتا تو کوئی بات نہیں
ہم بنا سکتے ہیں خوش رنگ نظارا اپنا

کوئی کب تک تمہیں پیچھے کی طرف کھینچے گا
وقت کو تھام لو تو وقت کا دھارا اپنا

ساتھ رہنے سے تو ساتھی کو سمجھ جاتے ہیں
تم بھی سمجھو نا مری جان اشارا اپنا

زندگی کیا تھی اک خسارا تھا
ہر طرف دھوپ کا کنارا تھا

ناؤ ساحل کی سمت لے جا کر
بیچ گرداب میں اتارا تھا

ہم بھلا کیسے کرتے آہ و بکا
کب سنبھلنے کا ہم میں یارا تھا

سینہ چھلنی تھا جاں لبوں پر تھی
بڑھ کے طوفان نے پکارا تھا

اس کا شکوہ کسی سے کیا کرتے
اپنے ہی دوستوں نے مارا تھا

وار اس تند خو کا کیا کہتے
کٹتے لفظوں کا تیز دھارا تھا

کوئی خلش کوئی رنجش نہ پال رکھنا تم
میں لوٹ آؤں گی قائم جمال رکھنا تم

نظر میں ہے تیری آئینہ سی نگاہیں بھی
بس اپنے پاس ہی اپنا سوال رکھنا تم

بہار تتلیاں کرنیں سمیٹ لائی ہوں
مرے خلوص کی خوشبو سنبھال رکھنا تم

میں چھوڑ آئی ہوں اک شوق عشق اور مستی
گر ہو سکے مرا حصہ نکال رکھنا تم

ہوں آس پاس تمہارے نظر نہیں آتی
مری تلاش میں شامل کمال رکھنا تم

ہوا میں قصے فضاء میں ہیں تیری تصویریں
یہ عکس ذات ہے جاناں اجال رکھنا تم

میں شاہ ناز ہوں سلطان کی یہ یاد رہے
ہمارا مان ہو اتنا خیال رکھنا تم

برف میں ڈوبا ہوا ایک انا کا موسم
سر دیخ بستہ فضاء دھند پگھلتی شبنم

دور تک پھیلے ہوئے درد کے صحرا کی تپش
گرم اور سرد کیا کیا خوب بنا ہے سنگم

کتنا ویران ہے بے مہر سا دل کا آنگن
ڈستی تنہائی ہے کوئی بھی نہیں ہے ہمدم

ایک مدت ہوئی گل ہو گئے چاہت کے چراغ
دل جلا ڈالا مگر روشنی مدہم مدہم

دھندلا رکھتا مری بینائی کو اک ابر رواں
دل ہے شہناز کا دنیا سے گریزاں برہم

اک تیرگی سی دل میں اترتی رہی ہے آج
تو صبح کو بھی شام سمجھتی رہی ہے آج

سارے چراغ آنکھوں کے اس نے بجھائے ہیں
یہ چشمِ تر بھی کیسے برستی رہی ہے آج

اب انتظار اس کا کروں کس امید پر
یہ شمعِ زندگی تو پگھلتی رہی ہے آج

مرجھائے ہوئے سب گل و لالہ کو دیکھ کر
شبنم بھی قطرہ قطرہ ٹپکتی رہی ہے آج

ہے رات اماوس کی جو ہی کی ہے خوشبو
جو زندگی کے رخ کو بدلتی رہی ہے آج

چھایا گھور اندھیرا بیرن شام ہوئی
جان ہماری یوں وقفِ آلام ہوئی

دل میں چھپا کر رکھتی تھی بس اس کا نام
لب بند کر کے پگلی تو بدنام ہوئی

تنہا چھوڑ کے مت چل دینا جوگی جی
دنیا کہے گی جوگنیا ناکام ہوئی

میری ہر اک سانس میں ہے اس کی خوشبو
دل کی ہر ہر دھڑکن اس کے نام ہوئی

ڈھونڈ نہ لے کوئی تجھ کو میرے اندر
تیری خاطر ہی تو میں گمنام ہوئی

ہر لمحے میں تیرے در کی بھکارن ہوں
تیری بدولت دنیا یہ انعام ہوئی

میرے جانے پہ تجھے ہوئی تھی کتنی وحشت
اب بتا کیسا لگا میں نے جو مانگی رخصت

جو نہ عاشق نہ ہے مجذوب نہ دیوانہ ہے
جان سکتا ہے بھلا عشق کی کیسے شدت

تو ہے دنیا کا مکیں اور خرد کا ہے غلام
تجھ پہ کھل سکتی نہیں مجنوں کے دل کی حالت

ذوقِ گریہ کا قرینہ بھی نہ سیکھا تو نے
کون محبوب ترا تجھ کو ہے کس کی چاہت

اس کا انجام ہے لاحاصلی یاد رہے
جس نے محسوس کبھی کی نہیں رب کی قربت

بام و در بجنے لگے گونج اٹھا سناٹا
کس نے پائی ہے بھلا درد میں ایسی لذت

جب اٹھا پردہ تو پھر جرأتِ رندانہ گئی
سرنگوں ہو گئی زنجیر بنی تھی حرمت

آنکھ کی جھیل میں پانی کب ہے
چڑھتے دریا میں روانی کب ہے

سب حقیقت ہے جو نظر میں ہے
میرا کردار کہانی کب ہے

ظلمتیں چاروں طرف پھیل گئیں
شمع امید جلانی کب ہے

میں بھلا کیسے بھول جاؤں اسے
ہجر کھونے کی نشانی کب ہے

رنگ سب چاک پر سجائے ہیں
کوئی تصویر بنانی کب ہے

ناؤ ڈالی بھنور میں طوفاں میں
بات اس نے کوئی مانی کب ہے

وہ میری جان و دل کا حصہ ہے
کی بھلا نقل مکانی کب ہے

بیٹھ کر دیکھتے ہو ساحل سے
ڈوبتی ناؤ بچانی کب ہے

وقت کے ساتھ ساتھ چلتے رہے
دشمنی ہو کہ مراسم کبھی ٹھانی کب ہے

سانچ کو آنچ نہیں ہے شہناز
گرتی دیوار اٹھانی کب ہے

اس عشق نے مجھ کو تو کر ڈالا ہے دیوانہ
تو ہی میرا محور ہے جب سے تجھے پہچانا

میں موم کی طرح ہوں محسوس کر کے دیکھو
پتھر سمجھ رہا ہے کیوں مجھ کو یہ زمانہ

ڈالا ہوا چہرے پر کیسا ہے نقاب اس نے
کیا خوب ہے ظالم کا انداز مسیحانہ

کیا ہو گا کیسے ہو گا یہ بھید نہیں کھلتا
واضح نہیں کر پاتی کچھ سرخیء افسانہ

کیا جان کر برتاؤ بدلی ہے تم نے بازی
بھر جانے دو پیمانے پھر ظرف آزمانہ

بنا سوچے بنا سمجھے محبت کون کرتا ہے
سراسر اک خسارے کی تجارت کون کرتا ہے

کسی سے ہار کر جیتے کسی سے جیت کے ہارے
بلاوجہ خود اپنے سے بغاوت کون کرتا ہے

نہ جانے خود سے بھی بڑھ کر تمہیں کیوں ہم نے چاہا ہے
بھلا اپنی ہی چاہت میں خیانت کون کرتا ہے

کسی کمزور لمحے میں تمہیں ہم نے پکارا ہے
کبھی دیرینہ قصے کو روایت کون کرتا ہے

یہ اک قرضِ انا قرضِ وفا کا بوجھ ہے شاید
وگرنہ اپنے لوگوں سے وضاحت کون کرتا ہے

مسافت بڑھتی جائے تو قدم کو بیڑیاں کرلو
پہنچنے کی یوں منزل تک جسارت کون کرتا ہے

لگا کر دل کو داؤ پر یہ بازی جان کی ہاری
بنا چاہت بتاؤ ایسی جرأت کون کرتا ہے

سویرا میرے گھر آیا نہیں ہے
پس دیوار بھی سایہ نہیں ہے

محبت امتحاں ہے عاشقی کا
کیا اس نے کوئی وعدہ نہیں ہے

پلٹ آنے کا اب کیا فائدہ ہے
کوئی اب دیکھنے والا نہیں ہے

تمہاری سوچ کیوں اب تک نہ بدلی
تمہیں آئینہ دکھلایا نہیں ہے

کسی کو کب ضرورت ہے تمھاری
رویوں نے یہ سمجھایا نہیں ہے

در و دیوار پہ کائی جمی ہے
بسانے گھر کوئی آیا نہیں ہے

چلو اب چھوڑ دو زنجیر در کی
تمہیں اپنوں نے بلوایا نہیں

سبق اک بار ہی اس نے دیا ہے
عہد کوئی بھی دہرایا نہیں ہے

مکیں دل میں نہ جانے کون ہے اب
بہت مدت سے گھبرایا نہیں ہے

کھڑے ہیں کب سے ہم بھی دست بستہ
کسی نے تم سے ملوایا نہیں ہے

گذر کے جان سے ہر بار بے خطر سے ہیں
یہ منزلوں کے تسلسل کسی سفر سے ہیں

کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر بھی ہم
خود اپنے گھر میں پڑی ایک رہ گزر سے ہیں

چراغ آنکھیں ہیں حیرت ہے اور ہم چپ ہیں
خموش آئینہ خانے کے اس ہنر سے ہیں

کسے خبر ہے کہاں لے چلی ہے پروائی
بدن دریدہ ہیں ٹوٹے ہوئے شجر سے ہیں

بہت ہے ذوقِ سفر منزلوں کا شوق نہیں
تلاشِ جشنِ بہاراں میں نکلے گھر سے ہیں

منزلوں کو مرے رستے سے ہٹا دیتے ہو
راستوں کو مری تقدیر بنا دیتے ہو

آس کا دیپ جلاتے ہو بجھا دیتے ہو
وقتِ رخصت ہمیں جینے کی دعا دیتے ہو

زعم ہی ختم نہیں ہوتا ہے لمحے بھر کو
میرے اللہ مجھے کیسے خدا دیتے ہو

خود پلٹ کر نہیں آتے ہو کبھی اور مجھ کو
مرنے دیتے نہیں جینے کی سزا دیتے ہو

ڈھونڈ لے نہ کہیں رستہ کوئی بھولا بھٹکا
صبح سے پہلے چراغوں کو بجھا دیتے ہو

پا بجولاں میں پھری آبلہ پا دہر میں یوں
جلتے دیپک مری پلکوں پہ سجا دیتے ہو

سامنے بس عشق کی چسکی ہے اب
پیستی ہے کس طرح دیکھی ہے اب

لاکھ سمجھائیں سمجھ نہ پاؤ گے
بات تم سے آج یہ سیکھی ہے اب

ہم زمانے سے یوں ہی اُلجھے رہے
عشق پیچاں پیچ میں اُلجھی ہے اب

زرد رو سب پھول تازہ ہو گئے
شاخِ گل تو عشق تک پہنچی ہے اب

تھے نشے میں چاند تارے آسماں
اس نشے میں زندگی ڈوبی ہے اب

ٹوٹ جاتی ہے شب کی خاموشی
سانس لینے سے ایک ہلکی سی

خوف سناٹا ایک سرد لہر
حد ہے کب بے کلی کی بھی

آج خواہش کا ہے عجب انداز
رنگ لانے لگی ہے دل کی لگی

کب تمنا یا آرزو ہے کوئی
لب ہیں خاموش آنکھ میں ہے نمی

اک تھکن راستے میں رکھ دی ہے
کر مسافت میں آج تھوڑی کمی

گُل ہوئے آرزو کے سارے چراغ
بات تو یہ نہیں ہے کہنے کی

دھوپ اور آبلے دریدہ بدن
شکل ہے سفرِ رائیگانی کی

بعد ترے کب ایک بھی لمحہ جاگا ہے
سانس کی بس آواز ہے اور سناٹا ہے

چُپ ہے ایک مدت سے کب کچھ کہتا ہے
سایہ بن کے ساتھ مرے وہ رہتا ہے

جس نے گہری خاموشی کو توڑا ہے
شاید وہ بھی کوئی ان کے جیسا ہے

کیسے بتاؤں کتنا مشکل لگتا ہے
مر مر کے جینا بھی کوئی جینا ہے

کل جو ٹوٹا وہ تو سپنا میرا تھا
نیند نے مجھ سے آ کر اب کیا لینا ہے

اُڑی ریت وقت کی ہر طرف نہ خلیج کوئی بھی بھر سکی
تجھے کھو کے بت سی بنی رہی نہ میں جی سکی نہ میں مر سکی

کڑی دھوپ سر پہ تنی رہی جلے پاؤں یوں ہی کھڑی رہی
چلوں کس طرف بڑھوں کس طرف کوئی فیصلہ کہاں کر سکی

نہ تھا حوصلہ نہ قرار تھا نہ غمِ جہاں سے فرار تھا
بڑھی گردشوں کے حصار میں کہیں ایک پل نہ ٹھہر سکی

تھی تلاش مجھ کو بہار کی کسی غم گسار کے پیار کی
کہاں دشمنوں کی پناہ میں کوئے دوستاں سے گزر سکی

کب عذابِ ہجر سے دور تھی مجھے جستجو تو ضرور تھی
کسی سائباں کسی چھاؤں میں مری زندگی نہ بسر سکی

تند ہواؤں میں دیا جب بھی جلا لیتی ہوں
اپنی رفتار کو کچھ اور بڑھا لیتی ہوں

کب ہے شکوہ مجھے غیروں سے میں بے خوف بھی ہوں
یہ جتانے کو جھکے سر کو اٹھا لیتی ہوں

کوئی سن لے نہ کہیں درد سے پلٹی ہچکی
کھینچ کر سانس میں آواز دبا لیتی ہوں

یاد آتے ہیں مجھے جب کبھی گزرے لمحے
چشمِ پرنم پہ ستاروں کو سجا لیتی ہوں

جب بھی سنتی ہوں درِ دل پہ مسلسل دستک
ذات کی گرد میں احساس چھپا لیتی ہوں

اپنے اندر تری تصویر نظر آتی ہے
آئینہ خانے کو غم خوار بنا لیتی ہوں

فراق و ہجر کے جلتے چراغوں کو بجھانا ہے
ملے یادوں سے جتنے داغ ہیں ان کو جلانا ہے

چراغِ آخرِ شب کا دمکنا کون سمجھے گا
چھپا اس جھلملاہٹ میں الاؤ بھی دکھانا ہے

یونہی مصروف رہتے ہیں کہ تنہائی عیاں نہ ہو
جو دنیا سے چھپایا ہے وہ اب خود سے چھپانا ہے

ہمارے چار سو پھیلا ہوا ہے درد کا صحرا
اذیت کرب کے چنگل سے اس جاں کو بچانا ہے

کبھی ملتا نہیں ہے وقت اب تو خود سے ملنے کا
کہاں فرصت ہمیں تنہائی تو بس اک بہانہ ہے

ایک طوفان سا ہر سمت بپا رہتا ہے
کیسے جلتا یہاں مٹی کا دیا رہتا ہے

کوئی آہٹ نہیں دستک بھی نہیں تم بھی نہیں
پھر بھی امید کا دروازہ کھلا رہتا ہے

اس کی یادوں کے چراغوں کو بجھاؤں کیسے
آس کا دیپ ہواؤں میں جلا رہتا ہے

ایک مانوس سی خوشبو ہے فضا میں موجود
وہ یہیں پر ہی کہیں میں نے سنا رہتا ہے

بعد تیرے کوئی خواہش تو نہیں جینے کی
جس کی خاطر ہوں میں زندہ وہ خفا رہتا ہے

جس کی عادت ہو بزرگوں سے محبت کرنا
وہ دعا لے کے بلاؤں سے بچا رہتا ہے

لاکھ ساحل پہ اتر جائیں مگر پھر بھی تو
اک کنارا تو کنارے سے جدا رہتا ہے

کربِ تنہائی کو سہہ کر بھی اکیلی کب ہوں
ساتھ غم خانے میں شہنازؔ خدا رہتا ہے

گردشِ وقت کو کب ہم نے ٹھہرتا دیکھا
حوصلہ مند کو گر گر کے سنبھلتا دیکھا

ہر طرف پھیلی رہی تیز تپش سورج کی
کب کسی چاند کو آنگن میں اترتا دیکھا

دل کی طغیانی سے گھبرا کے جو باہر نکلے
دور تک درد کا تپتا ہوا صحرا دیکھا

اس کی رخصت کی گھڑی یاد ہمیں آئی بہت
جب دیا آخرِ شب میں کوئی بجھتا دیکھا

چارہ گر چارہ گری کرتا رہا کرتا رہا
پھر بھی اُمید کے پھولوں کو بکھرتا دیکھا

وہ گیا تھا تو ہمیں یاد بھی آتا نہ کبھی
عکس ان آنکھوں میں اس کا ہی ابھرتا دیکھا

اپنی شہنازؔ کو نازوں سے سنبھالے رکھا
بعد میں سب نے کڑی دھوپ میں جلتا دیکھا

عشقِ مسلسل

پنہاں ہے جسم کے اندر اک اور ایسا وجود
جو نورِ ذات سے پاتا ہے روشنی و نمود

یہ بھید جس پہ کھلا صاحبِ نظر ہے وہ
وہی ہے اصل میں شاہد وہی تو ہے مشہود

عجیب نشہ ہے دیدارِ ذات کی لذت
کب ہوش باقی رہے سامنے ہو جب مسجود

پیش لفظ

میری ہر کتاب کا دیباچہ عطائے خداوندی ہے اور وہ اسی طرح لکھوایا گیا کہ اسمیں میری تخلیقات کے ٹائٹل شامل ہو کر مضمون بناتے رہے اور آج جب عشقِ مسلسل کے کلام میں اضافے کی آمد کا وقت آیا اور قلم اُٹھایا تو منظوم کلام چند کتابوں کے نام ساتھ عطا ہوا۔ اس میں میری نئی کتب عشق مسافت اور عشقِ مسلسل کے ٹائٹل موجود ہیں اور انشااللہ کلیات عشق کُل کے نام سے جلد آپ کی خدمت میں پیش کروں گی۔ اس سے قبل نورِ کُل میں اعتکاف کے دوران ایک تحریر اس وقت میری شائع شدہ کتب کے ناموں کے ساتھ عطا ہوئی وہ بھی اس میں شامل کروں گی۔

اب عشق تماشا ہے بنا عشقِ مسلسل
ہے عشق کے دیوے کی ضیا عشقِ مسلسل

میرے ادھورے خواب تھے دیوار پہ تصویر
جذب و حروف سے ہے سجا عشقِ مسلسل

اپنی تلاش کر کے ملا جادۂ عرفاں
پھر نورِ کُل نے دی ہے جزا عشقِ مسلسل

وہ ہو کے نہاں بیٹھا مرے قریۂ جاں میں
تھا عشق سمندر میں چھپا عشقِ مسلسل

اک گونج فضا میں ہے ترا عشق عطا ہے
اور آج عشق کل سے کھُلا عشقِ مسلسل
آئی یہ ندا ختم ہوئی عشق مسافت
تحفہ ہے رب کا رب کی عطا عشقِ مسلسل

سلسلہ جب سے جڑا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے
رابطہ پیہم مرا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے
حرف جذبوں کو ملے ہیں جرأتِ اظہار بھی
مان لفظوں کو ملا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے
عکس پہ دیوار کے تصویر ہے بس آپؐ کی
رازِ ہستی پا لیا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے
موم کے یہ سائباں پگھلا نہ پائیں گے مجھے
فیض مجھ کو مل رہا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے
ہر ادھورے خواب کی تکمیل ہو جائے گی اب
ہر گھڑی یہ التجا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے
جادۂ عرفاں پہ چلنا اب نہیں مشکل مجھے
راستہ منزل ہوا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے

''عشقِ کا رنگین تماشا'' ختم اب ہونے کو ہے
عشقِ کامل ہو گیا ہے آپؐ سے بس آپؐ سے
''بعد تیرے'' اب کبھی رونا نہیں آتا مجھے
رابطہ جب سے ہوا آپؐ سے بس آپؐ سے

آپ ؐ سے سیکھا ہے اُجلا کون میلا کون ہے
مل گیا ہے سیدھا رستہ آپ ؐ سے بس آپ ؐ سے
اب ادا کرنا نہیں مجھ کو کوئی قرضِ وفا
اک بھرم مجھ کو ملا ہے آپ ؐ سے بس آپ ؐ سے
میں نے بھی ہر روز مانگی نعت اک رمضان میں
نورِ کُل تحفہ ملا ہے آپ ؐ سے بس آپ ؐ سے
عشق دا دیوا سدا روشن رہے شہنازؔ کا
نور اُس کو مل رہا ہے آپ ؐ سے بس آپ ؐ سے

عشقِ مسلسل میں ڈوبی قلم تھامے گم بیٹھی تھی اور عطائے خداوندی پر عقل حیران تھی مگر عاشق کے پاس عقل کا کیا کام۔

جذب وحرف لے کر عشقِ سمندر میں اترنے کے عمل میں ماہ وسال بیت گئے۔اپنی تلاش کا سفر جاری رہا۔عشق کا دیوا زادِ راہ بنا تو جادۂ عرفاں طے ہوا۔عشق کی جلوہ آرائی نظر آئی تو عشق تماشا شروع ہو گیا۔اور مدہوش عاشق عشقِ سمندر میں چھلانگ لگا کر اس سیپ کی تلاش شروع کی جس میں اسکے عشق کا موتی چھُپا تھا تو غیب سے عشق مسافت عطا ہوا اور عشق مسلسل کا تسلسل قائم رہا جو عشقِ کل تک لے آیا لیکن ابھی تک عشقِ مسلسل کے مسافر کو عشق کل میں اپنی منزل نظر نہیں آئی۔عشقِ مسلسل جاری ہے دیکھیں یہ مسافر عشقِ کل میں کیسے جذب ہوتا ہے۔

طالب دعا

ڈاکٹر شہناز مزملؔ

چیئرپرسن،ادب سرائے انٹرنیشنل

مادر دبستان لاہور

125 ایف، ماڈل ٹاؤن لاہور، 0300-4275692

وہ ہی واحد وہی احد ٹھہرا
حد نہیں ماورائی حد ٹھہرا

اس کا عرفان بھی ضروری ہے
لم یلد اور ولم یولد ٹھہرا

مالک الملک بھی اُسے کہیے
بے نیازی میں وہ صمد ٹھہرا

جو عیاں ہو کے ہے نہاں سب سے
وہ ہی آغاز سے ابد ٹھہرا

کُن فکاں پہ ہے اختیار اُسے
الودود ہی المدد ٹھہرا

نورِ کُل مل گیا معجزہ ہو گیا
عشقِ کُل سے مرا رابطہ ہو گیا

وہ یقیں کی تھی صورت یا وجدان کی
جس نے دیکھی جھلک وہ ترا ہو گیا

خیمہ زن تو ہوا حجرۂ جان میں
تیرا مشہود پھر ماورا ہو گیا

اس نے ڈالی تھی مجھ پہ نظر پیار کی
ایک پل میں نہ جانے یہ کیا ہو گیا

کب رہا درمیاں میں کوئی پھر حجاب
میں ترا ہوگیا تو مرا ہوگیا

کی نفی ذات کی پیار بڑھتا گیا
وہ اتر آیا اند یہ کیا ہو گیا

جھانکا دل میں تو بس نور ہی نور تھا
جاری چاہت کا اک سلسلہ ہوگیا

ذرے ذرے میں تو ہی ہویدا ہوا
نور کا ایک سیل رواں بن گیا

ہوگئی ساری دنیا ہے رطبُ اللساں
اے خدا ربِ کون ومکاں کبریا

صبح دم سب فضاؤں میں ہے گونجتی
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو کی صدا

تیرے دم سے ہے قائم شجر و حجر
گیت تیرے ہی گاتی پھرے ہے ہوا

سیپ میں موتی بنتے ترے حکم سے
پھول کلیاں کھلاتی ہے بادِ صبا

جس طرف دیکھوں میں تو ہی آئے نظر
دل مرا بن گیا ہے ترا آئینہ

ہر طرف نور و اکرام کی بارشیں
ہر سو جلوہ ترا تو ہی جلوہ نما

میں ہوں ناچیز ذرہ مری کیا مجال
کہ بیاں کر سکوں تیری حمد و ثناء

عشق کی دیکھی جلوہ آرائی
میں تماشا ہوں وہ تماشائی

چھید سینے میں اس کے ہے لیکن
گیت گاتی ہے پھر بھی شہنائی

راز داں ہے یہ میری ہمدم ہے
ضربِ وحشت یہ کربِ تنہائی

ایک پل بھی جو مجھ سے دور نہیں
ڈھونڈنے اس کو کیوں چلی آئی

کیف و نشہ ہے ایک مستی ہے
عشق کرنے میں کب ہے رسوائی

آ مرے عشقِ مسلسل ترا قصہ لکھوں
چشمِ حیران نے دیکھا تجھے ویسا لکھوں

کتنے عاشق ہیں ترے عشق ترا لا محدود
کیسے عرفان کے رستے ہیں بتا کیا لکھوں

کیوں بھڑک اٹھا مرے عشق کا دیوا پھر سے
عشق بھانبھڑ ہے مچا کیسے یہ سارا لکھوں

جوت اک دل میں جگا کر وہیں چھپ کر بیٹھا
بند آنکھوں سے تجھے دیکھوں فسانہ لکھوں

باندھ رکھا ہے مرے گرد دعاؤں نے حصار
کیسے آہوں کا دھواں دل سے نکلتا لکھوں

قطرہءِ نور سے خاکی کو بنایا گوہر
اک کرن بھی ہو اسے نور کا دریا لکھوں

پتلیاں بن کے ہیں سب ناچ رہے عشق کے بعد
حکم پھر مجھ کو ملا عشق تماشہ لکھوں

جس نے کعبہ و حرم پاک سجا کر دل میں
کھولے اسرار اسے اپنا مسیحا لکھوں

کون ہے اسمِ محمدؐ کی محبت کا امیں
وہ ہے بابا تو بتا کیوں نہ میں بابا لکھوں

اب عشق تماشا ہے بنا عشقِ مسلسل
ہے عشق کے دیوے کی ضیا عشقِ مسلسل

میرے ادھورے خواب تھے دیوار پہ تصویر
جذب و حروف سے ہے سجا عشقِ مسلسل

اپنی تلاش کر کے ملا جادۂ عرفاں
پھر نورِ گُل نے دی ہے جزا عشقِ مسلسل

وہ ہو کے نہاں بیٹھا مرے قریۂ جاں میں
تھا عشق سمندر میں چھپا عشقِ مسلسل

اک گونج فضا میں ہے ترا عشق عطا ہے
اور آج عشق کل سے کھُلا عشقِ مسلسل

آئی یہ ندا ختم ہوئی عشق مسافت
تحفہ ہے رب کا رب کی عطا عشقِ مسلسل

خود اپنے آپ پر جو مجھ کو آشکار کیا
بنا کے اپنا مجھے تو نے بے شمار کیا

نفی جو ذات کی کر دی تو تجھ کو پہچانا
پھر اپنے آپ سے بھی ٹوٹ کر ہے پیار کیا

یقین کر کے نکل آئے بے یقینی سے
اور اپنے عشقِ مسلسل پہ اعتبار کیا

دعا کے فیض کے اسرار مجھ پہ کھلتے گئے
دیارِ عشق کے رستے کو اختیار کیا

اُسی نے جھولی میں بھر دیں مراد کی کلیاں
اُسی نے ساری خزاؤں کو ہے بہار کیا

وہ نسیم شب کو اتر آیا حجرہء دل میں
صبحِ اُمید کے گلشن کو لالہ زار کیا

یہ نیم شب یہ ساعتیں
الہام اور بشارتیں

درود اور صدائے کُن
ملائکہ کی آیتیں

وہ اپنے نورِ ذات سے
عطا کرے بصارتیں

فردوسِ فکر کی نمو
لطافتیں وجاہتیں

اب حجرئہ وجود میں
دعا کی اُتری چاہتیں

وہاب نے یہ کہہ دیا
قبول سب ریاضتیں

ندائے فیکوں سن
عنائتیں عنائتیں

پہنچنا چاہو جو لا مکاں تک
تو رفعتِ ذوالجلال سمجھو

سمجھنا چاہو جو عشقِ کامل
تو وجہء عشقِ بلال سمجھو

تلاش مرشد بغیر ہو گی
تو راز کھلنا محال سمجھو

جواب خود ہی ملے گا تم کو
کیا جو اس نے سوال سمجھو

جو دیکھنا چاہو رقصِ بسمل
قلندروں کی دھمال سمجھو

فنا کی منزل کو پالیا گر
یہ لا ہوت کا ہے کمال سمجھو

نہ پرکھو عشقِ اویس ِقرنی
صحابیءِ بے مثال سمجھو

ہے جس کی پرواز انتہا تک
تو اولیاء کا کمال سمجھو

ڈوبے اندر تو اس کو پہچانا
ویسے مشکل ہوا تھا سمجھانا

نفی اثبات کے تناظر کو
گر سمجھ لو تو پھر پلٹ آنا

کوئی بینا ہے کوئی نابینا
اک دیا عشق کا جلا جانا

راہ حق کے مسافروں کے لیے
نقشِ پا اپنا چھوڑتے جانا

روح پاتال میں فنا شہناز
ہوگا دشوار ڈھونڈ کر لانا

راستہ خود کوئی چنا کب تھا
زاویہ نور کا بنا کب تھا

یونہی تکتے رہے خلاؤں میں
وہ تھا دل میں مکیں چھپا کب تھا

پہن جذب و جنوں کی زنجیریں
رقص بسمل بھی ہو سکا کب تھا

جانتے بوجھتے یہ کہتے رہے
عُقدہ عُقدہ ہی تھا کھُلا کب تھا

اکثر آواز دل سے آتی ہے
کچھ کہا میں نے برملا کب تھا

خود کو وارفتگی میں کھویا تھا
عشق ایسا بھی مرحلہ کب تھا

جس نے آباد رکھی تنہائی
تم ہی تھے دوسرا کب تھا

ضم ہوا وہ اُسی اکائی میں
تھا مجسم دعا جدا کب تھا

اک نور مرے کعبۂ دل میں جو بسا ہے
ہر لمحہ مجھے دیتا محبت کی ندا ہے

سب کچھ ہے ملا عشقِ محمدؐ کی بدولت
ہر سجدہ مرا احمدِ مرسلؐ کی عطا ہے

گھیرے میں لیے رکھتا ہے اک نور کا ہالہ
چھو لیتی عرش کو مری نعتوں کی صدا ہے

جرأت نہیں ظلمت کی مرا راستہ روکے
روح میں مری وجدان کا جلتا جو دیا ہے

اس نے بھی تو ہر نقشِ تمنا کو مٹا کر
انوار میں سے نورِ مزملؔ ہی دیا ہے

جب پیش اس کنیز کا ان کو کیا سلام
ہے کتنا کرم آئی ندا میں نے سنا ہے

اک عجب کیف ہے خمار سا ہے
راستہ سارا مشکبار سا ہے

آج دستک ہے پھر سماعت پر
روح کو میری اب قرار سا ہے

ڈھونڈ لوں گی میں لامکاں کا عکس
عشق یہ اپنے اعتبار سا ہے

بادلوں سے پکارتا ہے کوئی
یہ تو لہجہ کسی بہار سا ہے

مجھ کو اپنا بنا لیا اس نے
معاملہ جیت کا نہ ہار کا ہے

کربِ ہجر و وصال کیا جانے
عاشقی ماہ و سال کیا جانے

گم ہوا جو بھی کیف و مستی میں
ارتقاءِ خیال کیا جانے

اس کو پا لیتا اک نظر میں جو
وجہِ اوجِ کمال کیا جانے

میں نہ جس کی نکلنے پائی ہو
کسی دوجے کا حال کیا جانے

جس کو رب نے عروج بخشا ہو
ہوتا کیا ہے زوال کیا جانے

جبکہ محور ہی ایک ہو شہنازؔ
وہ جواب و سوال کیا جانے

وقت معراج کا دیا ٹھہرا
وصل کی شب لگا دیا پہرا

حد مقرر تھی جبرئیل کی بھی
لا مکاں میں تھا نور کا ڈیرہ

باندھ کے صف کھڑے پیغمبر تھے
تھا ملائک کا ہر طرف گھیرا

کُن فیکوں کا بھید کھلنا تھا
بولا خالق کہ میں ہوں بس تیرا

سر جھکا کر کہا محمدؐ نے
میں بھی تیرا ہوں گر ہے تو میرا

کوئی الجھن کوئی مشکل ہی نہیں
وہ ہوئے دل میں میرے جب سے مکیں

گردشِ کائنات ڈھونڈتی ہے
آپ ؐ جیسا نظر نہ آیا کہیں

جس جگہ نور سے خمیر اٹھا
سجدے سے اُٹھتی نہیں خاکِ زریں

کیسے تجسیم کوزہ گر نے کی
محوِ حیرت ہے چاکِ عرشِ بریں

سر اٹھاتے نہیں ملائک بھی
تاب کب ان میں دیکھیں نورِ جبیں

روح شہنازؔ کی پکارتی ہے
ہو مدینے میں جا کے حُجرہ نشیں

قدر کی شب ملی حیات سے مجھے
کی عطا عشق کی سوغات سے مجھے

میرے چاروں طرف اُجالا تھا
گھیرے تھی نور کی بارات سے مجھے

جانے کس سمت مجھ کو لے آیا
یہ جنوں اور اسمِ ذات سے مجھے

خود کو کھویا تو تجھ کو پایا ہے
گردشِ وقت دے ثبات سے مجھے

ساتھ ان کے سفر ہو طے میرا
چھوڑیں دنیا کے معاملات سے مجھے

تھی طلب تو میری صادق کیوں وہاں پہنچ نہ پائی
میرے ہوش چھین لے گا مرا کربِ نارسائی

مرا جذب مجھ سے مانگے وہی سجدہ گاہ پھر سے
تو کرے گا پھر سے پورا مرا شوقِ جبیں سائی

بڑھی دید کی تمنا تو میں چشمِ تر کو اپنی
تجھے دیکھنے کی خاطر ترے در پہ چھوڑ آئی

وہی دن تھے خوبصورت وہی راتیں ضوفشاں تھیں
تھا سفر نصیب میرا رہِ عشق کی تھی راہی

میرا دل بنا مدینہ یہیں مکّہ جلوہ گر ہے
ہے نصیب کتنے ارفعٗ ملا عشقِ مصطفائی

ترا رب ہے تجھ سے راضی ترے ساتھ ہیں مزملؔ
مجھے بے قرار دیکھا تو ندا صبا یہ لائی

مرے دل کو بھا گیا ہے ترا یہ حسین منظر
کوئی خواب مجھ کو بھی دے کوئی بات مجھ سے بھی کر

ترے در پہ آن پہنچے ترا قرب پا لیا ہے
نہیں اب کوئی تمنا نہیں اب کوئی مجھے ڈر

رہی کب ہے کوئی دوری مرا دل مگر یہ چاہے
تجھے روز دیکھ پاؤں کہیں پاس ہو مرا گھر

میرے مولا یہ جبیں جب ترے در پہ جھک گئی ہو
ہو عطا کرم کی بارش تو اٹھاؤں اپنا میں سر

کبھی کر لوں میں زیارت کبھی ہو طوافِ کعبہ
رہوں ان حسیں لمحوں کی قیدی زندگی بھر

کسی کی ذات میں گم ہو گئے ہیں
نفی اثبات میں گم ہو گئے ہیں

ہر اک کے درد کو اپنا لیا ہے
یوں محسوسات میں گم ہو گئے ہیں

خوشی تقسیم جو کرتے نہیں ہیں
خود اپنی ذات میں گم ہو گئے ہیں

دکھاؤ راستہ جگنو ستارو
مسافر رات میں گم ہو گئے ہیں

یقین کامل تھا لہجہ پر اثر تھا
سب اس کی بات میں گم ہو گئے ہیں

بنا دے گی یہ مثبت سوچ رستہ
کیوں جیت اور مات میں گم ہو گئے ہیں

جو دنیا دار تھے شہناز سب ہی
تعلقات میں گم ہو گئے ہیں

مجھے تیری ضرورت ہے تجھے میری ضرورت ہے
ابھی یہ طے نہیں پایا کسے، کس سے محبت ہے

محبت کر تو لی میں نے مگر یہ اک حقیقت ہے
تجھے ملنا تجھے پانا بہت لمبی ریاضت ہے

تصور میں رہے تو ہی تجھی سے بات ہو میری
یہی چاہت ہے میری اور یہ میری عبادت ہے

دعا سے جھولیاں بھرنا محبت بانٹتے رہنا
ہر اک کے درد کو اپنا سمجھنے میں بھی لذت ہے

کسی کا ڈر نہیں مجھ کو کہ وہ خود ساتھ ہے میرے
میں ہر اک سے کہوں گی کہ مجھے تم سے محبت ہے

تری نظرِ کرم ہو میرے پاکستان پہ شاہا
تو ہے ممتا ترے ذمے ہی اب اس کی حفاظت ہے

درودِ پاک پڑھ کر التجا کرتی ہوں اے آقا
عطا کر دے سبھی کچھ تو کہ جو بھی اُن کی چاہت ہے

مری خاک پہ جو کرم ہوا
تو ہر ایک رستہ تھا کھل گیا

مرے سامنے تھا مرا خدا
اسے اور کرنا تھا کچھ عطا

سوئے عرش گونجی تھی اک صدا
کریں پھر سے نظرِ کرم ذرا

یہ تو پیار ہے یہ تو ہے دعا
رہے جاری فیض کا سلسلہ

کہا رب نے اُٹھو ملائکہ
اسے پھر سے چاک پہ دو سجا

سنی کوزہ گر کی جو یہ ندا
کفِ چاک کو تھا گھما دیا

بھرا درد سے جو خمیر اٹھا
ترے عشق میں تھا گندھا ہوا

تھا عجیب کیسا یہ معاملہ
میں تو کچھ نہیں تھی یہ کیا ہوا

یہ کون روح میں اترا حجاب کی صورت
سحر دعا کا ہے پھیلا سحاب کی صورت

بدل گئی ہے سوال و جواب کی صورت
نقاب میں ہے وہ ملا بے نقاب کی صورت

ابھی تو ہوش بھی آیا نہیں دیوانے کو
ہے دل میں نور ترا ماہتاب کی صورت

سراپا پیار ہے وہ نور ہے وہ ممتا ہے
لگا کے آگ بجھائے سحاب کی صورت

وجود سے مجھے آزاد کر کے اکثر وہ
سمندروں پہ اتارے حباب کی صورت

یہ کیسا عشق ہے پہچان بھی نہیں اپنی
سمجھ نہ آئی مجھے انتخاب کی صورت

عطا ہے پیار محبت و نور کی سب کو
ہے ان میں آتی نظر آنجناب کی صورت

کروں میں شکر بھی کیسے کہ لفظ ہیں خاموش
بنادے عاشقوں کو الکتاب کی صورت

یہ امتی ہیں محمدؐ کے سب مرے آقا
عطا کے جلوے ہوں رحمت کے باب کی صورت

دیتے ندا ملائکہ یہ عرش سے پکار کے
جس کو طلب ہے پیار کی رحمان اسکو پیار دے

دستِ دعا اُٹھائے جو تیرے حضور ہیں کھڑے
ان کی دعا قبول کر ان کو ذرا قرار دے

جو تیرے پاس آ گیا دل کی مراد پا گیا
ان کو خزاں سے دور رکھ نیرنگیٔ بہار دے

پیاسے کھڑے ہیں تشنہ لب خالی ہوئے ہیں جام سب
عاشق ترے ہیں مست سب تو مے پلا خمار دے

ہوں ختم ساری ظلمتیں حاصل ہوں سب کو عظمتیں
مردہ دلوں کو رب مرے تو نور سے نکھار دے

در پہ فقیر ہیں ترے کشکول تھام کر کھڑے
بس منتظر کرم کے ہیں تو ان کو دستِ یار دے

کبھی عشق تیرا جمال ہے
کبھی عشق تیرا جلال ہے

کئی روپ ہیں ترے عشق کے
کبھی گہر ہے کبھی لعل ہے

میرا دل رہے سدا رقص میں
ترا عشق وجہء دھمال ہے

مجھے خود سے کیوں ہے جدا کیا
میں ہوں کون تجھ سے سوال ہے

کیا پیدا خاکی کو نور سے
ترے عشق کا یہ کمال ہے

جو دکھائی تو نے ہے اک جھلک
مرا جینا مرنا محال ہے

سب کی قسمت سنوار دیں آقا
میرے سر پر بھی پیار دیں آقا

دور رکھیں ہمیں تکبر سے
جو چھپی میں ہے مار دیں آقا

آپ ہی آپ بس نظر آئیں
نور دل میں اتار دیں آقا

عشق کی آگ میں بھی ٹھنڈک ہے
کیف و مستی خُمار دیں آقا

ختم کر دیں جہاں سے نفرت کو
سب کو ایسا قرار دیں آقا

دل میں اک پیار کا سمندر ہے
مجھ کو اس میں اتار دیں آقا

ملک سے میرے اب خزاں جائے
اس چمن کو بہار دیں آقا

میں نے تو کوئی تمنا نہیں پالی آقا
ہوں گداگر میں تیرے در کی سوالی آقا

بھر دیا پیار دعا سے مرے پیمانے کو
ان کو بھی بھر دے ہوئے جام جو خالی آقا

چومنے میں درِ کعبہ کو چلی آؤں گی
پھر دکھا روضۂ اقدس کی وہ جالی آقا

ہر گھڑی رہتی ہوں مدہوش تیری چاہت میں
بس تری ہوں میں تری چاہنے والی آقا

مجھ کو اک کیف دیا سوزِ تیقن بخشا
اور مزملؔ نے ہے شہناز اجالی آقا

ہم عشق کو اپنے کبھی رسوا نہیں کرتے
عاشق ہیں مگر عشق تماشا نہیں کرتے

شہدا کبھی مرتے نہیں یہ سب کو بتا دو
جو زندہ ان کے لیے رویا نہیں کرتے

سجدے میں سر کٹایا تھا معشوق کے لیے
عاشق تو اپنے عشق کا سودا نہیں کرتے

کربل تو اصل میں ہے محبت کی انتہا
چپ چاپ جاں سے جاتے ہیں چرچا نہیں کرتے

عاشق کو نہیں چاہیے یہ دولتِ دنیا
بیکار اثاثوں کو سنبھالا نہیں کرتے

میرے آقا تجھے دیکھوں تجھے اتنا چاہوں
سر جھکا کر ترے در پہ تری رحمت پاؤں

ہر مسافر کا سفر خیر سے گزرے آقا
سارے بچوں کے ہو سر پر تری ٹھنڈی چھاؤں

تجھ کو معلوم ہے آقا مرا سب کچھ تو ہے
عشق میں ڈوب کے میں گن ترے گاتی جاؤں

ہوں مرے گھر سے ترے فیض کے چشمے جاری
نور سے آقا ترے جھولیاں بھرتی جاؤں

آقا شہناز مزملؔ پہ کرم کر دینا
کلمہ ہو لب پہ تیرے پاس میں جب بھی آؤں

لَو بجھاتی ہے سر پھری یہ ہوا
رخ بدل دے تو اس کا میرے خدا

میں تو چپ چاپ سنتی رہتی ہوں
عشقِ احمد نے حوصلہ بخشا

کر رہی ہوں کہاں تلاش تجھے
ایک پل بھی نہیں تو مجھ سے جدا

جذبِ کامل یقین کامل ہے
راز کوئی نہیں ہے تجھ سے چھپا

کب قلندر رہوں میں ولی یا فقیر
عرش پہ لائی مجھ کو میری دعا

تجھ کو ہر فیض مل گیا شہناز
ربِ کعبہ نے مجھ کو دی ہے ندا

اس کو دل میں بسالیا ہم نے
پیار سب سے بڑھالیا ہم نے

بس سراپا دعا بنا ڈالا
جب سے خود کو مٹالیا ہم نے

ہے بہت گہرا عشق کا دریا
سیپ کا موتی پالیا ہم نے

سب کا دکھ درد ایسے بانٹا ہے
غیر اپنا بنالیا ہم نے

مجنوں خود ہو گئے ہیں ہم شہنازؔ
جب سے لیلیٰ کو پالیا ہم نے

مخلص افراد کا ہر فعل بھلا ہوتا ہے
وہ جو کہتا ہے ہر اک لفظ دعا ہوتا ہے

کھوج مت اُن کی لگا سر کو فقط اپنے جھکا
دلِ عاشق میں ہی پوشیدہ خدا ہوتا ہے

آتے رہتے ہیں یہاں صوفی قلندر عارف
رنگ ہر دور میں ان سب کا جدا ہوتا ہے

بانٹتے رہتے ہیں بے لوث محبت جو لوگ
روح میں ان کی خدا آپ چھپا ہوتا ہے

گر ملے ایسا کوئی شخص تو خوش بختی ہے
ظلمتِ شب میں وہ انوار و ضیاء ہوتا ہے

چپ چاپ ہے کیوں انمول پیا
کچھ بول پیا کچھ بول پیا

کملی ہوں کملی والے کی
مت دنیا میں تو رول پیا

تو رہتا کعبۂ دل میں ہے
تو ماہی تو ہی ڈھول پیا

کانٹوں پہ چل کر آئی ہوں
رس جیون میں اب گھول پیا

دستک کو دعا کی سن بھی لے
در اپنا دے اب کھول پیا

زمیں در زمیں زماں در زماں
نیا اک جہاں ہے نیا آسماں

تخیل تدبر نہیں عشق میں
نہیں عشق کی کوئی ہوتی زباں

دعا جبلِ رحمت و غارِ حرا
لگی چپ ہے کھلتی نہیں ہے زباں

ہم نے سمجھا اسے بھی فریبِ نظر
آپ کو دیکھا جلوہ نما جو وہاں

نظریہ یقیں اپنی آیا نہیں
کدھر کھو گیا تھا یقین و گماں

جو پہنچے ہیں لاہوت پر لا کے پاس
عجب ہے معمہ مکاں لامکاں

طلب اس کی مطلوب کو کب رہی
سناتا رہا عشق کی داستاں

لبوں پہ اک دعائے معتبر ہے
محبت پیار کا شیریں ثمر ہے

سبھی اک آشیانے کے مکیں ہیں
یہی تو آشیاں اب ان کا گھر ہے

یہ آپس میں دکھوں کو بانٹتے ہیں
دکھی دل ہی تو اللہ کا نگر ہے

فضا ہے اس کی کتنی روح پرور
اجالا ہے یہاں نورِ سحر ہے

نفی اثبات کا جو بھید پایا
کرم اسکا ہے اُس کی ہی نظر ہے

دکھاؤ درد یا آنسو چھپاؤ
وہ سب ہے جانتا وہ باخبر ہے

نفس دشمن ہے ترا مت نفس کی تو بات مان
نفس جس کے دام میں الجھا اسے عنقا تو جان

عشق دریا میں اترنے کا ارادا ہو اگر
سبکساری ہی دکھا دیتی ہے منزل کا نشان

تو تماشا ہے تری ہے ڈور اس کے ہاتھ میں
اس کے قبضے میں نظام دورِ گیتی کی عنان

عیش کوشی چھوڑ کر اب مائل پرواز ہو
تجھ کو اڑنے کے لیے بخشا گیا ہے آسمان

اس کو پانے کے لیے ہو جا فنا اس ذات میں
خود نمائی کبریائی بس ترے مولا کی شان

اپنا سب کچھ تو حوالے اسکے کر دے سوچ مت
وہ عطا کرتا کہاں سے کر نہ پائے تو گمان

کوئی تہمت نہ اب قرضِ وفا ہے
کہ اوڑھی عشق جب سے رِدا ہے

سپرد اس کے کیا ہے خود کو میں نے
میرے تو لب پہ بس حرفِ دعا ہے

کوئی بھی شر نہ ہو داخل کہ اس نے
مرے دل پہ محمدؐ لکھ دیا ہے

اتر آیا ہے کوئی میرے اندر
وہ میرا ہے وہ مجھ کو جانتا ہے

ذرا نظرِ کرم سائل کھڑے ہیں
تو داتا کام تیرا تو عطا ہے

بھرے ہیں تیری رحمت کے خزانے
تو دیدے جو بھی جو کچھ مانگتا ہے

عطاء عشق حیراں کر رہی ہے
وہ شعروں کے سمندر بھیجتا ہے

اسی جرأت پہ آگے بڑھے ہیں
تو خود کہتا ماں ہے مامتا ہے

قطعات

تیری محفل میں جب سے آ گئے ہیں
بنا مانگے ہی سب کچھ مل گیا ہے
جو ہم نے مل کے مانگی ہیں دعائیں
یقیں ہے مجھ کو اس نے سن لیا ہے

جب بھی دعا کے واسطے میں نے اٹھائے ہاتھ
چپ چاپ جھک کے رب سے کہی میں نے ایک بات
یا تو میری دعاؤں کو کر لینا تو قبول
یا مجھ کو باندھ لینا تو اپنی رضا کے ساتھ

عاشق نے ترے عشق میں کیا کیا نہیں پایا
پہلے تو ترے عشق تماشے نے نچایا
کشکول فقیری کا لئے ہاتھ میں نکلی
اندر کے قلندر نے بہت شور مچایا

عاشق کی زباں پر ہے ہر وقت ثنا کُن کی
مشہود کو شاہد کو ملتی ہے ندا کُن کی
کر لیتا ہے جب عاشق طے جادۂ عرفاں کو
لاہوت پہ جا کر ہی آتی ہے صدا کُن کی

نور کا راستہ دکھائی دے
دل کی دھڑکن میں تو سنائی دے
ذرے ذرے کو فیض پہنچاؤں
ذرہ ذرہ مری گواہی دے

میں نے رحمان کو پکارا تھا
کہ وہ سب کا طبیب ہو جائے
اُس نے تم کو بلا لیا در پر
جگمگاتا نصیب ہو جائے
مانگنا خوب تم دعائیں اب
اس کی رحمت قریب ہو جائے

جھولیاں آپ کی وہ بھر دے گا
دے گا اولاد مال و زر دے گا
جب نظر آئے گا درِ کعبہ
تم کو وہ عشق کا ثمر دے گا

جس کو مانگا تھا میں نے چاہت سے
وہ دعا میری ہوگئی ہے قبول
حجرہء دل مرا نہیں خالی
اس میں بستے ہیں میرے پیارے رسولؐ

اللہ کا منکر ہے شیطاں
یہ تیرے اندر سے آتا
تو اپنا اندر سچل رکھ
یہ عشق تجھے ہے سمجھاتا

گم تھے ہم اپنی ذات کے اندر
اس نے خود ہی بنالیا عاشق
عشق کی مے پلا کے ساقی نے
خود ہی خود میں چھپالیا عاشق

تیرے در سے ملی پذیرائی
چادرِ نور رب نے پہنائی
بس اسی کی تلاش تھی تجھ کو
ہوگئی رب سے اب شناسائی

کعبہ ء دل میں جو اک نور نہاں رکھا ہے
نور والے نے تو یہ نور عیاں رکھا ہے
دیکھ سکتی ہے فقط چشمِ بصیرت اسکو
بے بصر کے لیے بس وہم و گماں رکھا ہے

اسیرِ ذات رہے اعتراف کیسے ہو
خود اپنے آپ سے اب انحراف کیسے ہو
بسا لیا تری دنیا کو کعبہ ء دل میں
صنم کدہ ہے یہاں اعتکاف کیسے ہو

فضا میں نور سا پھیلا ہوا ہے
اندھیرا ڈر کے اب ٹھہرا ہوا ہے
تقدس ہے جمالِ بندگی کا
کہ رنگِ عشق کچھ گہرا ہوا ہے

اپنا اندر ذرا اُجال کے رکھ
عشق کے درد کو سنبھال کے رکھ
رقصِ بسمل جو تجھ میں جاری ہے
اے قلندر دھمال ڈال کے رکھ

لمحہء وصل یار آنے لگا
بن پیئے ہی خمار آنے لگا
کرلی جب ذات کی نفی ہم نے
جانے کیوں خود پہ پیار آنے لگا

ارادہ دل میں ہے تخلیقِ یار کا میرا
ملا کے نور میں مٹی خمیر دینا اُٹھا
پھر اس نے چاک پر خود اپنے ہاتھ کو پھیرا
ابھر کے آیا محمدؐ کا نور سا چہرہ

کیا خوب یہ تحفہ مجھے بابا سے ملا ہے
اللہ کے کرم سے ہوئی خاص عطا ہے
تا زندگی کا فیض یہ بابا سے ملا ہے
بابا مری ممتا ہے محبت ہے دعا ہے

یاں شور مچانے کی اجازت ہی نہیں ہے
محشر کو دکھانے کی اجازت ہی نہیں ہے
ہم کو تو دعاؤں کے لئے بھیجا گیا ہے
یہ سب کو بتانے کی اجازت ہی نہیں ہے
جب اس کے تصور میں فنا کر لیا خود کو
اب ہاتھ اٹھانے کی اجازت ہی نہیں ہے

حق کے لیے آواز اٹھانا ہے ضروری
اور اپنا موقف بھی بتانا ہے ضروری
گر ہو گئے خاموش تو روندے گا زمانہ
سچ میں چھپی روداد سنانا ہے ضروری

کوئی قصہ سنا نہیں سکتے
کچھ بھی کر کے دکھا نہیں سکتے
پیار ممتا دعائیں چاہت ہیں
دل میں کیا ہے بتا نہیں سکتے

ہم کو اُس نے ہی پیار میں ڈالا
اور پھر اک قطار میں ڈالا

مے پلا کر بنا دیا مجنوں
پیار دے کر خُمار میں ڈالا

صدقِ دل سے ہر بندے کو رب کی خاطر کر دو معاف
دیکھو پھر آئینہ دل کا ہو جاتا ہے کیسے صاف
اپنے اندر جھانکو گے تو کھل جائے گا سارا بھید
عکس نظر آئے گا اس کا دل جب ہو گا یہ شفاف

حجرہ ء دل میں میرے قرآں ہو
اسکا نور اور سرور بھی دے دے
زندگی اس کے ہی مطابق ہو
مجھ کو اتنا شعور بھی دے دے

ملن رستے پہ میں جب سے کھڑی ہوں
طلوع کی خواہشیں کرنے لگی ہوں
فنا رستہ ہے میرے سامنے اور
نمو امید کی لے کر بڑھی ہوں

ہیں درِ عشق پہ سجدے میں پڑے مدت سے
مے ملے گی تو یہ عشاق بھی گھر جائیں گے

پہلے جو پی ہے وہی اٹھنے نہیں دیتی ہے
اور پی لیں گے تو پھر جاں سے گزر جائیں گے
پیرِ مے خانہ مجھے یہ تو ذرا بتلا دے
در سے اٹھیں گے ترے ہم تو کدھر جائیں گے

الف بھی تیرا ہے اور لام میم بھی تیرا
اٹھے نہ راز سے پردہ خیال میں نے کیا
نکالا تو نے جہاں سے ذرا سی لغزش پہ
بچھڑ کر تجھ سے سوالِ وصال میں نے کیا
مری اکائی بھی تو ہے مرا سمندر بھی
مٹا کے خود کو تجھے بے مثال میں نے کیا

کافر کو ہو کفر مبارک
دین مومن باقی ہے
عاشق کو تو عشق کا صاحب
اک ذرہ ہی کافی ہے

اپنی تلاش کرتے زمانہ گزر گیا
میں کون ہوں میں کس لیے دنیا میں آ گئی

مجھ کو شعورِ ذات نے حیران کر دیا
دوڑا رہا ہے مجھ کو میرا ذوقِ آگہی
تو نے تو اپنے نور سے ہم کو جدا کیا
نکلی جو روح جسم سے تجھ میں سما گئی

چھپا کے رکھا جسے خاکداں نے چاہت سے
سجایا چاک پر اس نور کو ریاضت سے
اٹھا کے عشق کی مٹی سے پھر خمیر اُن کا
بنایا اُن کو خدا نے بڑی محبت سے

بہت مدت میں کچھ میں نے سنا ہے
سماعت پر نشہ سا چھا گیا ہے
فضا میں چارسو پھیلی ہے خوشبو
ہوا کے ہاتھ میں کیا آ گیا ہے

یقین لے کر چلا ہے سوئے منزل
گماں رستہ پرانا ہو گیا ہے
کسی بھی روپ میں پھر سامنے آ
تجھے دیکھے زمانہ ہو گیا ہے

جسے انسان ہر سو ڈھونڈتا ہے
وہ خوں بن کر رگوں میں دوڑتا ہے
میں خود میں ڈوبتی ہی جا رہی ہوں
کوئی بتلائے یہ کیا ہو گیا ہے

وہ اسمِ پاک جب سے سنائی دیا مجھے
پھر اس کے بعد کچھ نہ دکھائی دیا مجھے
رقصاں تھی میرے سامنے منزل جو عشق کی
رستہ نہ کوئی اور سجھائی دیا مجھے

اب یہ زنجیر پا کرے گی کیا
جب سفر کا ہے اہتمام کیا
جس نے اوڑھی ردا تقدس
سر جھکے سب نے احترام کیا

دیکھ رہی ہوں آج میں ہر سو
دو دو چہرے والے لوگ
من کے میلے تن کے اجلے
اندھے بہرے کالے لوگ

دل کی کالک چھپ سکتی ہے
منہ کی کالک چھپ نہ پائے
منہ کی کالک ڈھل سکتی ہے
دل کی کالک ڈھل نہ پائے

پنہاں ہے جسم کے اندر اک اور ایسا وجود
جو نورِ ذات سے پاتا ہے روشنی و نمود
یہ بھید جس پہ کھلا صاحبِ نظر ہے وہ
وہی ہے اصل میں شاہد وہی تو ہے مشہود
عجیب نشہ ہے دیدارِ ذات کی لذت
کب ہوش باقی رہے سامنے ہو جب مسجود

اک نورِ مجسم سے روشن دلِ مستانہ
ساقی نہ ہو محفل میں کیا رِند کیا میخانہ
کیوں ہوش دلاتے ہو کیوں دنیا میں لاتے ہو
مدہوش ہی اچھی ہوں دیکھوں رخِ جاناناں

ایک قطرے کا مقدر ہے فنا ہو جانا
ملنا دریا میں ہے قطرے کی بقاء ہو جانا

ذات کی میں سے نکل جاتا ہے جب بھی عاشق
پیار سے دیکھنا اس کا ہے دعا ہو جاتا

دل میں وہ اسطرح سے آن بسا
اوڑھ لی ہم نے چاہتوں کی ردا
کچھ بچا ہی نہیں ہے پاس اپنے
اک محبت کی اوڑھنی کے سوا

مسافر بن کر ہم آئے زمیں پر
یہاں پر راستوں میں کھو گئے ہیں
پہن کر بیڑیاں اب خواہشوں کی
جو ہے فانی اسی کے ہو گئے ہیں

تھی کتنی چاہ نبی جی کو اپنی امت سے
نہیں تھی تاب کہ رہ جائے کوئی جنت سے
جو گڑ گڑا کے شفاعت کی بات کہہ ڈالی
تو رب نے بات نہ اپنے حبیب کی ٹالی
تسلی دی کہ میں امت تمام بخش دوں گا
اور اپنی رحمتیں تم پر تمام کر دوں گا

نظریں جھکی ہوئی ہیں مری خوفِ خدا سے
سر جھک گیا ہے مرا سخی تیری عطا سے
عاجز ہوں منکسر بھی ہوں کمزور نہیں ہوں
ہل جاتے عرش و فرش ہیں عاشق کی دعا سے

آپ سب واجب المحبت ہیں
سچے عاشق ہیں رب کی رحمت ہیں
جس نے ہم سب کو مامتا بخشی
پیار ہے سب کا سب کی چاہت ہے
فیض ان سے ملا ہے ہم سب کو
آپ سب ان کی ہی کرامت ہیں

فردیات

مے عشق کی تھوڑی سی ہمیں بھی عطا کریں
ہے کیف بہت کیسے نہ ان کی ثنا کریں

عشق میں ہجر کی حقیقت مجھے معلوم ہوئی
تو ہے ہرجائی تو ہر جا پہ نظر آتا ہے

وہ کیف وہ سرور اتر آیا ہے اندر
بے سدھ پڑی ہوں دیکھوں بھلا کیسے میں باہر

مریضِ عشق تو مجنوں ہے کیا خبر اس کو
کہ اس کو عشق ہے جس سے طبیب بھی وہ ہے

اور اکثر دوستی کی آڑ میں ایسا ہوا
ہم دعا کرتے رہے اور وہ دغا دیتے رہے

دل توڑنے کا تم کبھی کرنا نہیں گناہ
کچھ بھی نہیں ملے گا اگر لی کسی کی آہ

حق جب تک یاں پر باقی ہے
وہ راضی ہے وہ راضی ہے

صبر کی ایک جزا ہوتی ہے
یہ بھی خالق کی ادا ہوتی ہے

تو اپنے نور سے آنکھوں کو منور کر دے
جو لکھے نام ترا ایسا سخنور کر دے

میں ہوں اک ذرہء ناتواں
مجھے بس تو اوجِ کمال دے

لگتے ہیں یوں تو خواب ہمیشہ بہت اچھے
پر خوابوں کے پیچھے کبھی بھا گا نہیں کرتے

ہوئے ہیں عشقِ سمندر میں غوطہ زن ایسے
نہیں یہ علم وہ کب ملا، ملا کیسے

خالی کشکول لیے در پہ چلی آئی ہوں
جانے کیا کیا مجھے کشکول میں بھر کر دے گا

کافی ہے اپنے واسطے چاہت حضورؐ کی
لکھ دے نصیب میں تو شفاعت حضورؐ کی

طور اور تجلی میں دوستی تو ہوتی ہے
کون کتنا جلتا ہے یہ پتا نہیں ہوتا

جھکا کہ رکھتی ہوں آنکھیں بڑی محبت سے
مکین جب سے ہوا دل میں لا مکان کا عکس

سمجھ جاؤ حقیقی عشق تو ناکامیاں کیسی
چلو گے جادہء عرفاں پہ تو کٹھنائیاں کیسی

آ گہی عشق علم ساتھ ہو تو
پھر وہ ہوتا ہے کچھ نہیں ہوتا

اتنا کرم کہ آپؐ در پہ بلا لیا
نعلین چومنے کا مجھے حوصلہ تو دیں

سمجھ آئے بتاؤ اب کہاں سے
نکل جو آئے ہیں ہر اک گماں سے

ہم کو تلاشِ یار نے بیگانہ کر دیا
کچھ ہم بھی کھو گئے کبھی اس کا پتہ نہیں

تو بات اس سے کیا کر ذرا او دیوانی
جو تیری سوچ کا تجھ کو جواب دیتا ہے

روز الست کس لیے وعدہ کیا گیا
اور آج اپنی ذات کی خاطر بھلا دیا

اک جیسی روحیں آسماں پہ ایک ہو گئیں
دنیا میں آ کے کیسا تماشہ بنا دیا

عشق سودائی ہے ہر سو ترا جلوہ دیکھے
اور نہ ملنے پر وہ اپنا تماشا دیکھے

مٹ جائے گناہوں کا تصور ہی جہاں سے
گر ہو یقین دل میں خدا دیکھ رہا ہے

انہیں بھی نور سے اپنے عطا وہ کر ٹھنڈک
تپش ہے جن میں انہیں بھی سکون مل جائے

اپنی ہی نفی کرنے میں نقصان نہیں ہے
بندے کے لیے بندگی آسان نہیں ہے

وہ جب اندر آ جاتا ہے
جگ سے پریت ہٹا جاتا ہے

کر لیا جب سے عشق اور ق
میں کو اور تو کو ہے مٹا ڈالا

مجھ کو زمیں پہ بھیج کر خود سے کیا جدا
عاشق کو اس کے عشق کی کیسی ملی سزا

سرکار کے در پر آ پہنچے
امید ہر اک بر آئے گی

کرتی ہوں پیار اتنا محمدؐ کی ذات سے
ہے جان بھی نثار میری ان کے نام پر

نفی ذات کی اپنی جس نے بھی کی
اسے دین و دنیا کی حکمت ملی

یار دیکھا ہے جا بجا دیکھا
کیسے بتلائیں کیا نہیں دیکھا

بس میں اپنے نہیں ہے بات کوئی
اس نے بس بات بنا رکھی ہے

اللہ ممتا اللہ پیار
ہم عاشق وہ اپنا یار

ہمارے دل میں امیدِ خیال باقی ہے
شبِ فراق ہے صبح وصال ِباقی ہے

صل علیؑ کے ساتھ ہی رہتے ہیں سب فقیر
اُن کی بات دنیا میں کہتے ہیں سب فقیر

کیوں ہوش میں آنے کے لیے کہہ رہے ہیں آپ
جو ہے سرور اسکا وہ دیئے پائیں گے جناب

عشقِ محمدیؐ ہمیں کیا کیا سکھا گیا
شعلہ جلا کہ نور کا عاشق بنا گیا

عجب ہے کیفیت کہ عشق کی تفسیر مشکل ہے
کبھی اس کو چھپاتے ہیں کبھی اس کو دکھاتے ہیں

دعا ہے پیار بابا نے کہا تھا
ہے نفرت بد دعا ان سے سنا تھا

کس قدر پیار سے دیکھا اُس نے
نور ہی نور میرے چاروں طرف پھیل گیا

کی نفی ذات کی اثبات ملا
پھر تو خود پر بھی پیار آنے لگا

حجرہء ذات میں بیٹھے ہیں جو چھپ کر شہناز
حجرہء عشق میں جینے کا مزہ کیا جانیں

اس نے تو خود ہی طیبہ کا منظر بنا دیا
اور ہم نے اس کو دیدہء محور بنا لیا

یہ کس نے میری روح کو گھنگھرو پہنا دیے
سارا وجود ہو گیا محوِ دھمالِ یار

جواب دہ مجھے اپنے ضمیر کا کر دے
تو عاشقی کو مقدر فقیر کا کر دے

ترے رنگ میں جو رنگے گئے بھلا اس میں اپنا کمال کیا
ترے عشق میں گیا ہوش جب تو بتائیں وجہ ٔ دھمال کیا

ہوئے ہیں عشق سمندر میں غوطہ زن ایسے
نہیں یہ علم کہ وہ کب ملا، ملا کیسے

عاشق جو اپنے عشقِ الٰہی میں مست ہے
سب جانتا وہ رازدانِ بود و ہست ہے

تمت بالخیر

مادرِ دبستانِ لاہور
دخترِ پنجاب

ڈاکٹر شہناز مُزمّل

چیئر پرسن ادب سرائے انٹرنیشنل

فاؤنڈر ادب سرائے چیئر پرسن فورم

پرنسپل کنسلٹینٹ مارول سسٹم لیٹریری ریسرچ ونگ

سرپرست وقارِ پاکستان ڈیجیٹل لٹریری ریسرچ کلاوڈ

سوشو آن بین القوامی سفیر برائے اردو سوشل

(قومی اور علاقائی زبانوں میں فروغ ادب کے لیے

جدید ترین سوشل پلیٹ فارم)

سرپرست دریچہ ءادب

سرپرست بزمِ خالد نصر

سرپرست ثریا جبیں ریڈرز کلب

سرپرست سلطان فاؤنڈیشن

سرپرست قادری فاؤنڈیشن

سرپرست یافرٹی وی



Since 1987
ادب سرائے انٹرنیشنل
ADAB International saraae
Worldwide Words

30+ YEARS OF EXCELLENCE

WWW.ADABSARAAE.COM | WWW.SHAHNAZMUZAMMIL.COM

ISBN: 978 969 7738 182

9 789697 738182 >

Retail Price

800.00

urdusukhan@hotmail.com
nasirmalik.01@gmail.com
https://twitter.com/urdusukhan
https://www.facebook.com/
urdusukhancom-136555273080951/

www.urdusukhan.com